ملت اسلامیہ کا بیباک ترجمان

ماہنامہ

حیات نو

"جماعت الفلاح کے منتظمین نے حی علی الفلاح کی آواز اس زور سے لگائی ہے کہ آگے چل کر نمازیوں کو تنگی کی شکایت کرنی پڑے گی۔"

امام عصر مولانا مودودیؒ

روایت نعیم صدیقی

ماہنامہ [illegible]

جلد ۳ شمارہ ۱۱ - ۱۲

نقوش حیات

دھڑکنیں
سلطین ہو کے شعیب ... اپنا — ادارہ — ۲

سوچ بچار
ایک ... انقلاب کی ضرورت ہے — مریم جمیلہ — ۳
اخوان کا نظام تعلیم و تربیت — ڈاکٹر یوسف قرضاوی — ۹
مسلمان ورثہ کی گدائی چھوڑ دیں — سید انور علی — ۲۰
چٹکیاں — ابن عباس فلاحی — ۲۸

دل کی لگی
صدی ہجری کا استقبال — ش شمیم بستوی — ۲۳
غزلیں — غلام یحییٰ انجم / ابرار احمد ... / کامران ... — ۲۶

ہلکے پھلکے
بیچاری کتابیں — اسعد گیلانی — ۱۳
سرد آنچ — تسلیم ... — ۲۳
(ترجمہ) — ... الحسن جاوید — ۴۰

کچھ اپنوں کی
حلقہ یاراں — عبدالباری فلاحی / ش شمیم بستوی / عروج قادری — ۳۹

اپنے پرائے
(از اداریہ) ماسکو کی ... — مظفر اسلام فلاحی — ۱۷

مجلس ادارت

نور محمد فلاحی — (مدیر منتظم)
مظہر سعید عالم — معاونین
شفیق عالم فلاحی — ..
طارق احسن فلاحی — ..
اشتیاق دانش فلاحی — ..
عبیداللہ فہد فلاحی — (مدیر مسئول)

فی شمارہ کی قیمت — ۲/-
سالانہ زر تعاون — ۲۰/-
طلبا اور لائبریریوں کے لئے — ۱۵/-
ششماہی — ۱۲/-
خصوصی زر تعاون — ۱۰۰/- تا ۲۰۰/-

ترسیل زر کا پتہ:-
نور محمد فلاحی جامعۃ الفلاح
بلریا گنج اعظم گڈھ یوپی

مضامین بھیجنے کا پتہ:-
عبیداللہ فہد
۲ - عبدالقادر مارکیٹ، ... روڈ، علی گڑھ

اس دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا سالانہ زر تعاون ختم ہو گیا۔ براہ کرم سالانہ زر تعاون جلد بھیج کر شکریہ کا موقع دیں۔

دھڑکنیں

مطمئن ہو کے نہ بیٹھیں اہل وطن

پندرہویں صدی ہجری کا آغاز ہو چکا ہے پوری دنیا میں اس کے استقبال کے لئے جشن منائے جا رہے ہیں ایسے میں ہندوستان کی تعمیر نو کرنے والوں کو سوچنا ہے کہ اس نئی صدی میں ہم وطن عزیز کو کیا دے سکتے ہیں

آج جب کہ پورا ملک علیحدگی پسندی، لسانی و نسلی عصبیتوں، فرقہ وارانہ فسادات، باہمی تنازعہ اور آویزشوں اور اخلاقی بحران و بے ضمیر سیاست کے کوہ آتش فشاں کے دہانے پر کھڑا ہے اور اندیشہ ہے کہ ایک دھماکہ ہوا اور پورا ملک جل کر خاکستر ہو جائے گا۔ اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ اس پیام امن و شانتی اور عالم گیر تحریک اخوت و محبت سے اس ملک کے لوگوں کو آشنا کرائیں جسے ہم نے خوشنما غلافوں میں لپیٹ کر سب سے اونچی طاق پر سجا دیا ہے اگر ہم ایسا ہی پیام کا ہم کما حقہ تعارف کرا سکیں اپنے قول و عمل کے ذریعہ سے ـــ تو کوئی وجہ نہیں کہ وطن عزیز پیار و محبت کا گہوارہ نہ بن جائے جہاں کسی آسام و ناگالینڈ کسی مراد آباد و علی گڈھ کا حادثہ نہ ہو جہاں اپنے حقوق کے لئے کشت و خون نہ کرنا پڑے بلکہ جہاں لوگ اپنے حقوق وصول کرنے سے زیادہ دوسروں کے حقوق دینے کے لئے تیار ہوں جہاں محبت اور پیار کے پھول کھلانے کے لئے لوگ اپنے خون سے وطن عزیز کو سینچنا چاہتے ہوں جہاں حکمراں خلوص و محبت کی دولت سے مالا مال ہوں رہنماؤں کی جوڑ توڑ میں وقت ضائع کر کے ملک کی حقیقی تعمیر کے لئے دوڑ دھوپ کر سکیں

مجھے یقین ہے کہ ایسا معاشرہ صرف اور صرف اسلام کو اپنا کر ہی وجود میں لایا جا سکتا ہے

بقیہ صفحہ ۲۹

کام کرنے کے لئے ان سرخ غنڈوں نے علماء سو کا انتخاب کیا ہے جو صاحب زادہ ہونے کے ناتے مذہب کا سند یافتہ ہوں تو دوسری طرف اسلامی نظام حیات سے ناواقف یا ملک وملت کے مسائل سے زیادہ اپنی قبیلی کے مسائل سے دلچسپی رکھتے ہوں۔ ایک طرف ان کا نورانی چہرہ ان کی جبہ بھر کم قبا اور مجلس کو رلا دینے والی پرسوز تقریر عوام میں ان کی عقیدت واحترام کو بڑھائے اور دوسری طرف دنیاوی معاملات سے بے بہرہ ہونے کی وجہ سے وہ عوام کو غریبوں کی خوشحالی اور مساوات کے جھنڈے تلے اکٹھا کر سکیں۔ وہ اپنی تقریر شروع کریں تو نحمدہٗ ونصلی سے اور ختم کریں تو "واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العالمین" لیکن پوری تقریر میں غیر اللہ کی حمد وثنا کی جائے۔ ہمارے اپنے ملک میں سرقند وبخارا بلاد کی اس نئی قسم کی بہتات ہے۔ کتنے ہی "کامریڈ مولانا" جنتا کے بیچ اللہ ورسول کی باتیں کر کے انہیں اپنے دام تزویر میں پھنساتے نظر آئیں گے۔ یہی لوگ قوم کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ اصل غاصبین کی طرف نگاہ بھی نہ جائے۔ یہ آمین بالجہر اور رفع یدین کے جھگڑے شیعہ سنی تنازعات علم غیب کی لاطائل بحثیں، اسلام دور دور کے اختلافی مسائل کا بھی جھگڑا کرنا اور ان پر دھواں دھار تقریریں کر کے جماعتی وذہنی عصبیتوں کو مضبوط تر کرنا دراصل اس عالمی سازش کی ایک کڑی ہے۔ یہ سرخ ایجنٹ داڑھی کی آڑ میں اپنا شکار کھیلتے ہیں۔ آج ہندوستان میں آپس کے انہیں جھگڑوں نے پوری ملت کا کس بل نکال دیا ہے اور وہ ایک پلیٹ فارم پہ اکٹھا ہو کر ملی وقومی مسائل پر سوچنے سمجھنے تیار نہیں ہو پا رہے ہیں۔

یہ ہے وہ سرخ چٹان جو نظام مصطفیٰ کی راہ میں زبردست رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔ آج ضرورت ہے کہ وطن عزیز سے ان کا جنازہ نکال دینے کے لئے ایک ایک گھر اور ایک ایک یونیورسٹی کو مورچہ بنا دیں۔ ان سرخ ایجنٹوں کا مکمل بائیکاٹ کریں تحریک اسلامی ہند کی تحریروں نے فکری محاذ سے انہیں پیچھے ہٹا دیا ہے لیکن عملی میدان میں اب بھی وہ ڈٹے ہوئے ہیں اور پورے ملک کو سبوتاژ کرنے کی ناپاک کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔ صحافت پر بھی کنڈلی مارے بیٹھے ہوئے ہیں، اور اخبارات کا استعمال کر رہے ہیں تعلیمی اداروں میں ان کے ایجنٹ سرگرم عمل ہیں، کانگریس، جنتا، لوک دل سبھی میں ان کے کارکن جمہوریت اور اقتصادی ترقی کے جبہ میں ملبوس ہیں۔ یہ کام لیتے ہیں بھارت کا اور دل ونگاہ رہتا ہے ماسکو میں۔ یہ باتیں کرتے ہیں جمہوریت کے بقا اور استحکام کی اور منزل مقصود آمریت اور بدترین ڈکٹیٹر شپ ہوتی ہے اس لئے اس ملک کی نوجوان نسل کو ان کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا چاہئے اور وہ جہاں جس شکل میں بھی معروف ہیں انہیں نکال باہر کرنا چاہئے۔ تبھی نظام مصطفیٰ کے قیام کی باتیں مفید اور موثر ثابت ہو سکتی ہیں۔

(دوسری چٹان اگلے شمارے میں)

نیو پایوریا دنت منجن

دانت اللہ کی عطا کردہ ایک عظیم نعمت ہے جس کی حفاظت ہر انسان پر لازم ہے۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب آپ

"نیو پایوریا دنت منجن"

کو برابر استعمال کریں کیونکہ

۱۔ مسوڑھوں سے زیادہ چمکیلے دانتوں کے لئے پایوریا اور دانت کے دوسرے امراض کے لئے مفید ہے۔
۲۔ مضبوط اور پائیدار مسوڑھوں کے لئے لاجواب۔
۳۔ سچ تو یہ ہے کہ دانتوں کی صحیح دیکھ بھال اسی منجن سے ہوتی ہے۔

مالک: فارماسیوٹیکل ورکس

جی۔ ٹی۔ روڈ۔ علی گڑھ۔

مریم جمیلہ ۔ پاکستان

آج عالم اسلام کو
ایک نئے غزالیؒ کی ضرورت ہے

عام مسلمان مصنفین اور اہل علم کی یہ عام رائے ہے کہ یورپ کا مسیحی کلیسا اپنے غیر عقلی عقائد مثلاً "تثلیث" مسیح کا انسانی شکل اختیار کرنا، انسان کا پیدائشی گنہگار ہونا اور پاپائیت کے رجعت پسند ادارے کی بنا پر اقتدار سے محروم ہوا۔ دوسری طرف اسلام ایک آسان، سادہ اور ہر قسم کی پیچیدگیوں سے پاک نظریہ زندگی ہے نہ تو فطرتاً سائنسی زندگی سے متصادم ہے اور نہ عام اہل ایمان سے الگ تھلگ پروہتوں کے کسی مخصوص طبقہ کا قائل ہے۔ بنا بریں ہمارا مذہب اس آفت سے محفوظ ہے جس سے عیسائیت دوچار ہوئی۔ استدلال کا یہ انداز بظاہر بڑا خوش آئند اور طمانیت بخش ہے لیکن درحقیقت یہ ایک خطرناک خوش خیالی ہے۔ مسیحی عقائد اور ادارے اسلام سے کتنے ہی متضاد رہے ہوں ہمیشہ سے موجود رہے ہیں۔ عیسائیت کے زوال کا سبب یہ عقائد اور ادارے نہ تھے۔ جب کیتھولک کلیسا زمانہ احیاء کے لادینی ہیومانزم، پروٹسٹنٹ تحریک اصلاح اور انقلاب فرانس کے عقب میں آنے والے مادہ پرستی کے سیلاب سے دوچار ہوا تو اس نے خالص منفی طرز عمل سے کام لے کر اسے روکنے کی کوشش کی۔ اس نے اپنی ساری قوت غیر مقلدین کو تعذیب واذیت کا ہدف بنانے، گواہوں کے منظم تعاقب، بدنام احتسابی عدالتوں کے انعقاد اور گمراہ کن کتابوں کو نذر آتش کرنے میں صرف کر دی۔ اگر کیتھولک کلیسا مثبت طریقہ اختیار کرتا، مخالف فکر و

بدعت کے فتوے لگانے اور کتابوں کو ممنوع قرار دینے کے بجائے اپنے اجل فضلاء کو مادہ پرست فلسفیوں کے غلط نظریات کی مؤثر اور معقول دلائل سے تردید کے کام میں لگا دیتا تو وہ اقتدار کو برقرار رکھنے میں کامیاب ہو جاتا۔ بدقسمتی سے اس نے اپنے ارکان کے اذہان وقلوب سے اپیل کرنے اور ان کے دلوں میں عیسائیت کی محبت کی روح پھونکنے کے بجائے جبر و تشدد سے کام لیا۔ ان متشددانہ اقدامات نے نفرت اور بغاوت کی آگ بھڑکانے کے سوا کچھ نہ کیا اگر کلیسا کے نقطہ نظر کو مان لیا جائے کہ بدعتی اور زندیق اسی سزا کے مستحق تھے جو انھیں ملی تب بھی محض جبر و تشدد کے طریقے نہ صرف ظالمانہ اور انسانیت سوز بلکہ قطعاً غیر مؤثر اور خود اپنے مقصد کی مکمل شکست کے موجب ہوتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم مسلمانوں کی تاریخ اختلاف رائے رکھنے والوں کو تعذیب واذیت کا نشانہ بنانے کے واقعات سے بڑی حد تک پاک ہے تاہم دیانت داری کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم اس بات کا اعتراف کریں کہ ایسی ہی غلطی ہم سے بھی سرزد ہوئی ہے اگرچہ قدرے نرم انداز میں [illegible] مذہب کے [illegible] جا رہے ہیں [illegible] "

[illegible] (جو

حقیقت کے اعتبار سے بالکل درست ہے) نہیں کرسکتے ہم اپنے تجدد پسندوں پر کفر کے فتوے لگا کر مغربی تہذیب کو اپنانے سے نہیں روک سکتے سوال یہ نہیں ہے کہ وہ کافر قرار دیئے جانے کے سزاوار ہیں یا نہیں، اغلباً وہ سزاوار ہیں لیکن کیا اس طرح کے فتوے لگا کر ہم اپنے مقصد کے لئے کوئی تعمیری کام کرسکتے ہیں؟ اس کا جواب زوردار "نہیں" ہی ملے گا۔ آخری فیصلہ ہمارے نہیں خدا کے ہاتھ ہے ہم مسلمانوں کو اپنی انتہائی جد و جہد اسلام کی خاطر وقف کر دینی چاہیئے اور یہ بات اللہ پر چھوڑ دینی چاہیئے کہ وہ کس طرح ان لوگوں کو سزا دے۔

ہم مسلمان آج جن بحرانوں سے دو چار ہیں وہ کوئی نیا نہیں ہے۔ صدیوں پہلے ہم ایسے مسئلے سے دو چار ہو چکے ہیں جب لادینی یونانی ہیومانزم کی مقبولیت عام بڑھ رہی تھی جس کی نشرو اشاعت الکندی، ابن سینا، الفارابی، اور ابن رشد ایسے معتزلہ فلسفی کر رہے تھے۔ ان سب نے بالکل ہمارے آج کے تجدد پسندوں کی طرح اسلام کا ایک نیا ماڈل تیار کرنے کی کوشش کی لیکن اللہ کے فضل و کرم سے امام غزالی نے اپنی کتاب "تہافت الفلاسفہ" میں ان کے دلائل کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا اور ان کے منطقی مغالطے اور فکری بد دیانتی کو ایسے موثر انداز میں بے نقاب کیا کہ معتزلہ تحریک کی پیش قدمی رک گئی۔ امام ابن تیمیہ نے ان عقلیت پسندوں پر آخری مہلک ضرب لگائی اس کے بعد یونانی ہیومانزم اپنا سارا

> ہمارے جدید تعلیم یافتہ نوجوان مغربی تہذیب کے سبز باغ پر جس طرح روز افزوں ریجھتے جارہے ہیں اسکا مقابلہ ہم اس تہذیب کو "مادہ پرستانہ" "بے خدا" اور "شیطانی" قرار دینے سے نہیں کرسکتے کیا اسطرح کے فتوے لگا کر ہم اپنے مقصد کیلئے کوئی تعمیری کام کرسکتے ہیں؟؟

اثر و نفوذ کھو بیٹھا اور معتزلہ فلسفی اسلامی دنیا کی نظر میں پھر کبھی عزت و احترام کا مقام حاصل نہ کر سکے۔

آج عالم اسلام کو تمام باتوں سے زیادہ ایک نئے غزالی اور نئے ابن تیمیہ کی ضرورت ہے۔ ان کے جانشینوں کا کام پیچیدہ نہیں ہوگا جتنا کہ پہلی نظر میں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے قدیم یونان کا روایتی ہیومانزم علم جدید کے مادہ پرستانہ فلسفے سے کچھ بھی مختلف نہیں ہے موخر الذکر فلسفہ اول الذکر کی محض ایک ارتقائی شکل ہے

ہمارے جدید ابن تیمیہ کا اہم فرض یہ ہے کہ وہ "ترقی" کے غبارے سے ہمیشہ کے لئے ہوا نکال دے ہمارے دلوں میں "تبدیلی" "ترقی" "وقت کے ساتھ ساتھ چلنے" "زمانے کے چیلنج کا مقابلہ کرنے" کا جو خیال بس گیا ہے وہ سوائے ایک مجذوبانہ عقیدت کے اور کچھ نہیں ہے جو ڈارون کے نظریہ ارتقاء سے ماخوذ ہے اور جسے کارل مارکس نے تاریخ کی مادی تعبیر کی حیثیت سے معاشرتی فلسفے میں سمو دیا تھا۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمیں صرف اللہ تعالیٰ کی مرضی سامنے رکھنی چاہیئے اور قرآن و سنت کی غیر مشروط اطاعت کرنی چاہیئے ایک مرتبہ ہم تہذیبی آزادی سے ہمکنار ہو گئے تو پھر ہمیں اسلامی اقدار و نظریات کے دائرے کے اندر خود بخود فطری انداز میں رونما ہونے والے معاشرتی ارتقاء سے خوف کھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے جب تک ہم جدت پسندی کے غلام رہیں گے تبدیلی کا مطلب بجز اس کے اور کچھ نہ

ہوگا کہ ہم اسلامی اقدار کو چھوڑ کر مغربی طرز زندگی کو اپنالیں گے یہی وجہ ہے کہ موجودہ حالات میں ہر تبدیلی اسلامی نقطہ نظر سے نقصان اور مغربیت کے مترادف ہے۔ تہذیب جدید میں کوئی چیز "جدید اور ترقی پسند" نہیں ہے سائنس ٹکنالوجی اور اقتصادی ترقی کے علی الرغم مغربی تہذیب میں پریکلیز (تقریباً ڈھائی ہزار برس پہلے قدیم ایتھنز کا ایک حکمران) کے عہد سے کوئی تبدیلی نہیں آئی۔

ابن تیمیہ کے نئے جانشینوں کو تجدد پسندوں کے ایک عقیدہ کو بھی بے نقاب کرنا ہوگا اور وہ ہے طلبہ و اساتذہ کی تحقیق کو مکمل آزادی دینے کا عقیدہ جو ہمارے اعلیٰ تعلیمی اداروں میں باقاعدہ ایک ڈھونگ بن چکا ہے "عقلی" اور "سائنٹفک تحقیق کی مکمل آزادی" کا مطالبہ بھی تہذیب جدید کا ایک ازعانی اصول ہے جو سقراط کے فلسفے سے (جو اس کے شاگرد افلاطون نے مرتب کیا تھا) اخذ کیا گیا ہے اور آج تک یہ ملحد لزوم اسے بھیس میں باقی ہے اس نام نہاد آزادی فکر کا واحد مقصد مذہب کے بنیادی اصولوں کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کرنا اور خدا اور اس کی وحی اور آخرت کا مضحکہ اڑانا ہے اسے سوویٹ یونین کے ۱۹۳۶ء کے دستور میں قانونی شکل دے دی گئی ہے چنانچہ تمام روسی شہریوں کو مذہب دشمن پروپیگنڈے کی کھلی چھٹی ہے آزادی حقیقی معنی میں ہر پہلو سے آزادی ہونی چاہیے لیکن مغربی تہذیب کی سرپرستی میں نام نہاد "عقل" کے لئے لازم ہے کہ وہ ہمیشہ وحی و الہام کے خلاف صف آرا رہے اور اس کی کبھی حمایت نہ کرے لہذا ان نام نہاد "عقلی" اور "علمی" تحقیق کو صرف ایک ہی سمت میں مادہ پرستی کی راہ پر بڑھنے کی اجازت دی جاتی ہے یہ لوگ روایتی دینی تعلیم کو جس پر برا بھلا کہتے ہیں تو اس لئے کہ اس میں تنقیدی تحقیق، تخلیقی اور آزادانہ غور و فکر کا فقدان ہے لیکن ہمیں خود ان کے اپنے انداز غور و فکر میں بھی کوئی آزادی یا اپج نظر نہیں آتی۔

آج عالم اسلام کو ایک نئے غزالی اور نئے ابن تیمیہ کی ضرورت ہے جو اسلام کی از سر نو تشریح و توضیح کر سکے

ہمارے تجدد پسندوں کی ایک اور تکنیک یہ ہے کہ وہ "روح" کا تصادم اسلام کے "ظاہری معنوں" سے کراتے ہیں گویا وہ دونوں ایک دوسرے سے متنافی ہیں۔ تجدد پسند کہتے ہیں کہ ہماری شریعت کے ظاہری معنی اس کی روح کو قتل کر دیتے ہیں چنانچہ سید مرحوم امیر علی اپنی مشہور کتاب "دی اسپرٹ آف اسلام" میں یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ پردہ کے ظاہری احکام انتہائی غیر اسلامی ہیں لیکن مرد و زن کے آزادانہ اختلاط کا مغربی تصور اور مرد و زن کی مکمل مساوات اسلام کی "حقیقی روح" ہے شریعت کے الفاظ تعدد ازدواج کی اجازت دیتے ہیں لیکن کیا وہ بھی جیسا کہ لبرل عیسائی سمجھتے ہیں قرآن کی روح کے عین مطابق ہے قرآن کریم کے سیدھے سادے واضح احکام مسلمانوں پر بار بار زور دیتے ہیں کہ وہ جارح غیر مسلموں کے خلاف جہاد کریں ان احکام کی رو سے جہاد مسلمانوں کا مقدس فریضہ ہے لیکن سید امیر علی کہتے ہیں کہ اسلام مذہب کے نام پر کی جانے والی تمام جنگوں کو ناپسندیدہ قرار دیتا ہے وہ ہر قیمت پر امن کو ترجیح دیتا ہے اس فہرست میں غیر محدود اضافہ کیا جا سکتا ہے یہ مغالطہ کہ "الفاظ" تو قتل کرتے ہیں اور روح زندگی بخشتی ہے خالص عیسائی تصور ہے جو عہد نامہ جدید میں سینٹ پال کی کتاب (Epistles) سے لیا گیا ہے۔ عیسائی جو کچھ بھی کہتے ہیں ہمیں مسلمان کی حیثیت سے اخلاقی دیانت سے کام لیتے ہوئے یہ اعتراف کرنا چاہیے کہ یہ تصور اسلامی اقدار کیلئے

بالکل ایسا ہی ہے جس طرح کوئی مخلوق اپنے مروجہ قالب کے بغیر وجود نہیں رکھ سکتی اسی طرح انسانی معاشرے میں مختلف اداروں کے لئے تنظیم کا ہونا ضروری ہے اس لئے کہ ہم مادی وجود کے بغیر محض روح کی حیثیت سے زندہ نہیں رہ سکتے۔ اگر انسان کا جسم کسی دوسرے مخلوق کے قالب میں تبدیل کر دیا جائے تو وہ انسان نہیں رہے گا بعینہٖ اسلام کی روح اور قالب کا معاملہ ہے اسلام کی روح اپنے قالب کے ساتھ اور قالب روح کے ساتھ زندہ برقرار رہ سکتا ہے انہیں نہ تو تقسیم کیا جا سکتا ہے اور نہ ایک دوسرے سے جدا۔

جدید ٹیکنالوجی کا جب سے چلن ہوا تمام مذاہب کے ماننے والوں میں یہ لامذہبی اور لادینی بحث چھڑ گئی ہے کہ مذہب جدید سائنسی ترقی کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے یا عدم مطابقت۔ اگر سچائی ایک ہے تو صمیم اور دو ٹوک معنی میں کوئی سچا مذہب سچے علم کے ساتھ کبھی متصادم نہیں ہو سکتا۔

یہ سوال صرف اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ جدید سائنس اخلاقی طور پر غیر جانبدار نہیں ہے بلکہ اس کا ارتقا مادہ پرستانہ فلسفے کے زیر اثر اور سرپرستی میں ہوا ہے اس کے اہم ترین ماحصل اور سب سے طاقتور ہتھیار کی حیثیت سے ہوا ہے۔ عصر جدید کے مسلمان اہل علم کا ایک نہایت ضروری فرض یہ ہے کہ وہ حقیقی مفید اور تعمیری علم کو ذہنی علم مادہ پرستانہ نظریے اور قیاسات سے الگ کر کے بتائیں۔

"میرا اندازہ یہ ہے کہ آنے والا مجدد یا مہدی اپنے زمانہ میں بالکل جدید ترین طرز کا لیڈر ہوگا۔ وقت کے تمام علوم جدیدہ پر اس کو مجتہدانہ بصیرت حاصل ہوگی۔ زندگی کے سارے مسائل مہمہ کو وہ خوب سمجھتا ہوگا، عقلی و ذہنی فراست سیاسی تدبر اور جنگی مہارت کے اعتبار سے وہ تمام دنیا پر اپنا سکہ جما دے گا اور اپنے عہد کے تمام جدید والوں سے بڑھ کر جدید ثابت ہوگا ...."

میں نے یہ بات جو کہی ہے کہ مہدی کا موجود جدید ترین طرز کا لیڈر ہوگا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ داڑھی منڈوا کر کوٹ پتلون پہنے گا اور اپ ٹو ڈیٹ فیشن میں رہے گا بلکہ اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ وہ جس زمانہ میں پیدا ہوگا اس زمانہ کے علوم سے اور حالات سے اور ضروریات سے پوری طرح واقف ہوگا اور ان تمام آلات و وسائل سے کام لے گا جو اس کے دور میں سائنٹفک تحقیقات سے دریافت ہوئے ہوں۔ یہ تو ایک صریحی عقلی بات ہے جس کے لئے کسی سند کی ضرورت نہیں

> **ہمارے جدید ابن تیمیہ کا اہم ترین فرض یہ ہے کہ وہ "ترقی" کے غبارے سے ہمیشہ کے لئے ہوا نکال دے۔ ہمارے دلوں میں "تبدیلی" "ترقی" اور "وقت کے ساتھ ساتھ چلنے" کا جو خیال بس گیا ہے وہ سوائے ایک تجدد پسندانہ عقیدے کے اور کچھ نہیں ہے جو ڈارون کے نظریۂ ارتقا سے ماخوذ ہے۔**

ہے کسی جماعت کے حصول مقصد اور کسی تحریک کے غلبہ کا
فطری راستہ اختیار کرتا ہے کہ وہ وقت کے تمام جدید
ترین وسائل کو قابو میں لائے اور اپنا اثر پھیلانے
کیلئے جدید ترین علوم وفنون اور طریقے ہائے کار کو
استعمال کرے ۔۔ وہ صرف

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے پاس صرف ایک چارہ
کار رہ گیا ہے وہ یہ کہ اپنے دشمن سے دست و گریباں ہوجائیں
اور اپنی ساری قوت سمیٹ کر اس سے بھڑ جائیں نیز یہ کہ ہمارے
پاس اپنے دشمن سے لڑنے کیلئے موثر ہتھیار ہونے چاہئیں لیکن
ایک بات سے متنبہ رہنا چاہیئے جدیدیت کے ساتھ دست و

تحت اپنے دشمن سے مصالحت کرلی اور اس کے ساتھ تشبہ اختیار
کرلیا تو ہم ویسے ہی کافر ہوجائیں گے جیسے ہمارا دشمن ہے پھر ہمارے
لئے اپنی جد وجہد جاری رکھنے کا کوئی جواز نہ ہوگا ۔

۔ باخدا اسلام بے خدا قیادت کے تحت زندہ نہیں رہ
سکتا ۔۔۔ چنانچہ ہر باخدا انسان پر واجب ہے کہ وہ دنیا
میں باخدا قیادت قائم کریں ۔۔۔۔ مسلمان مفاد پرستانہ
مقاصد کیلئے قیادت نہیں چاہتے ۔ مغرب
کے ساتھ ان کی لڑائی اس لئے نہیں ہے کہ وہ انہیں
قیادت سے محروم رکھنا چاہتے ہیں ۔ مسلمان اصولوں
کی بنیاد پر دوبارہ قیادت کے خواہاں ہیں ۔ وہ یہ سمجھتے

اپنی اس نظریاتی ونفسیاتی جنگ کے دوران

یہ بات ہرگز نہیں بھولنی چاہیئے کہ ایک بار اگر ہم نے

کسی مصلحت کے تحت اپنے کسی دشمن سے مصالحت

کرلی اور اس کیساتھ تشبہ اختیار کرلیا تو ہم ویسے ہی

کافر ہوجائیں گے جیسے ہمارا دشمن ہے پھر ہمارے لئے

اپنی جدوجہد جاری رکھنے کا کوئی جواز نہ ہوگا ۔

گریباں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اس سے لڑنا ہے مصالحت
کرنا نہیں ۔ اپنی اس نظریاتی ونفسیاتی جنگ کے دوران ہمیں یہ بات
ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ ایک بار اگر ہم نے کسی مصلحت کے

دنیا کو بد اعمالی اور اپنے خالق کے خلاف کھلی بغاوت کی طرف
لے جا رہے ہیں ۔۔۔۔ اس بے خدا تہذیب و ثقافت کے اصول
ہمارے زندگی کے باخدا نظریہ، اس کے مقاصد اور اصولوں

ڈاکٹر یوسف القرضاوی

اخوان المسلمون کا

عبید اللہ فہد

"نظامِ تعلیم و تربیت"

ذرا تصور کیجئے کسی بنجر زمین کا جہاں برگ و لالہ و سنبل کا دور دور تک پتہ نہ ہو لیکن باران رحمت کا چھینٹا پڑتے ہی وہ لہلہا اٹھے سنبل و ریحان کی کھیتیاں اگ گئیں اس کے تن مردہ میں خون زندگی دوڑنے لگی اور اس کی فضائیں لالہ و سمن کے قہقہے گونجنے لگیں۔

چودھویں صدی ہجری کے وسط میں امت مسلمہ کا حال بنجر زمین کا سا تھا خلافت کے پائے چوبیں ٹوٹ چکے تھے جو اسلام عقیدہ کے پرچم تلے اجتماعیت کا آخری مظہر تھا اسلامی ممالک برطانیوں فرانسیسیوں اور سامراجی استعمار کے شکنجے تلے سسک رہے تھے حتیٰ کہ سرزمین ہالینڈ جس کی آبادی چند لاکھ سے زائد نہ تھی انڈونیشیا کے ایک کروڑ باشندوں پہ حکمرانی کر رہا تھا اسلامی احکام کا چہرہ مسخ کر دیا اور قرآن کو پس پشت ڈال کر اس کی جگہ خود ساختہ قوانین مغربیت کی اندھی تقلید اور غیر ملکی قدریں مسلمانوں کی زندگیوں پر مسلط ہو چکی تھیں نئی تہذیب کے دلدادہ اور نام نہاد مہذب نوجوان خاص طور سے اس کے شکار تھے میدان تعلیم و تربیت اور ذرائع ابلاغ پر استعماری غلبہ کی وجہ سے نوجوانوں اور طلبہ کی کھیپ صاحب خانہ بہادر بن کر نکل رہی تھی جن کے نام تو اسلامی تھے لیکن عقلیں مغرب کی پروردہ تھیں۔

ذہنی غلامی کی اس وبا کو مسلمانوں کے انحطاط و تنزل اور شکست خوردگی نے دوچند کر دیا اب ذہنی مرعوبیت کے ساتھ احساس کمتری اور مغلوبیت نے مزید خرابیاں پیدا کیں معاشرے میں مغربی معاشرت کی طرف ایک تیز رو چل نکلی اور مسلمانوں کا رہا سہا وقار بھی جاتا رہا۔

جب حالات اس حد کو جا پہنچے تو خدا کی مشیت جوش میں آئی۔ اسلام کی حفاظت قرآن کی دائمی ضمانت اور دین کے غلبہ کی جس نے ذمہ داری لے لی ہے اس نے تجدید و احیائے دین کیلئے عروق مردہ امت میں روح پھونکنے کے لئے اسے ترقی و کامرانی کے بام عروج پر پہنچانے کے لئے اس نے حسن البنا کو منتخب کیا جنہوں نے تاریخ اخوان المسلمون کی بنیاد ڈالی اور آج زندگی کے ہر میدان میں جدوجہد عمل کے ہر گوشہ میں اس صدی کی تاریخ کے ہر ورق پر اس کے انمٹ نقوش ثبت ہیں عالم اسلام کے اندرون بھی اور مغربی ممالک کے بت خانوں میں بھی۔

مصری عربی اور اسلامی دنیا پر تحریک اخوان نے جو زبردست اثرات مرتب کئے ہیں اور عالمی تبدیلیوں کا سبب بنی ہے آج اس کی تاریخ بیان کرنا مقصود نہیں ہے اس لئے اسے ہر فرد اپنے ذرائع و وسائل اور عقل و فہم کی حد تک سمجھ سکتا ہے یہ تو اس تحریک کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی حقیقی تاریخ ترتیب دے گرچہ مکمل ٹکراؤ اور تصادم نے اس کا موقع نہیں دیا لیکن یہ عذر غیر معقول نہیں ہے۔

آج میرا مقصود اخوان کے نظام تعلیم وتربیت کو اجاگر کرنا ہے جسے انھوں نے اسلام - قرآن اور احادیث سے سمجھا ہے اور جس کے مطابق انھوں نے اپنی زندگی کو سنوارنے کی کوشش کی ہے لیکن اس سے میرا مقصود احاطہ اور استقصا نہیں ہے میرا مقصد صرف نقوش راہ کو اجاگر کرنا اور جادہ منزل کی نشاندہی ہے تاکہ تحریک اخوان کا نظام تعلیم وتربیت اور اس سلسلہ میں ان کی کوششوں کا مجمل خاکہ سامنے آسکے۔

حالات پر نظر رکھنے والے کسی بھی فرد سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ اخوانیوں نے تربیت اسلامی کی ایک نہایت کامیاب مثال قائم کی ہے ان کے سامنے جدید مسلم نسل کی تربیت و اصلاح تھی جو اسلام کو پورے شعور کے ساتھ سمجھ سکے اس پر دل کی آمادگی کے ساتھ ایمان رکھے اور اس کے مطابق اپنی اور اپنے اہل وعیال کی زندگی ڈھالنے کی کوشش کرے اور اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے اس کی شریعت کو نافذ کرنے اور اس کی امت کو صحیح پر ... کیلئے جہاد کرے۔

اس عظیم مقصد کو حاصل کرنے کیلئے اس تحریک نے مندرجہ ذیل چیزوں کا سہارا لیا۔

۱۔ اس بات پر پختہ ایمان کہ سوسائٹی کو بدلنے کے لئے تعمیر سیرت اور حصول مقاصد کے لئے تربیت ہی واحد ذریعہ ہے اور حسن البنا شہید کی یہ تعلیم تھی کہ تربیت طویل ریاضت، صبر آزما مراحل اور مشکلات و مصائب کی ان گنت وادیوں کو طے کرنے کے بعد ہی تکمیل کو پہنچتی ہے جس کے متحمل صرف چند ہی لوگ ہو سکتے ہیں [illegible] عزم و حوصلہ ہوتا ہے نا قابل شکست تو تسخیر ہوتا ہے پہاڑوں کو چیرنے اور سمندروں میں راہ پیدا کرنے کا بوتہ ہوتا ہے لیکن ان مشکلات کے باوجود شہید کو یقین کامل تھا کہ منزل تک پہنچنے اور [illegible] مقصود کو پانے کا یہی واحد طریقہ ہے جس میں کوئی تبدیلی درست نہیں [illegible] کی گنجائش نہیں اور جس کو [illegible]

اختیار کیا تھا اور ایسی نسل اختیار کی تھی جس کی مثال خلق نے کبھی دیکھا نہ تھا اور اسی طریقہ تربیت نے قوموں اور نسلوں کو حق اور انصاف کے راستہ پر قائم رکھا۔

۲۔ تربیت کا متعین طریقہ جس کے نقوش واضح آثار نمایاں اطراف و جوانب درخشاں اور اسلوب حکمت و دانائی کے ساتھ متنوع ہیں جس کا فلسفہ واضح تر اور تصور روشن ہے جو صرف اور صرف اسلام سے مستفاد اور ماخوذ ہے۔

۳۔ ایک ایجابی اجتماعی ماحول جس کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر مسلم کی تعاون و اشتراک کے اصول پر اسلامی زندگی گزارنے میں مدد کرے اس کی وجدانی عملی قوتوں کو نشوونما حاصل ہو اور آدمی کی فطرت یہی مدنی الطبع ہے وہ اعوان و انصار کی طاقت کی ضرورت محسوس کرتا ہے جماعت کی ذمہ داری ہے کہ وہ خیر و طاعت کے اپنانے اور شر و معصیت سے اجتناب کرنے میں اس کی مدد کرے یہی وجہ ہے کہ حضور پاک نے فرمایا ہے کہ " جماعت کے ساتھ اللہ کا ہاتھ ہے " یعنی خدا کی قوت و طاقت اسے حاصل ہوتی ہے ایک دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا " بھیڑیا اس بکری کو کھاتا ہے جو ریوڑ سے دور نکل گئی ہو "

۴۔ ایک انقلابی قائد جس کی فطرت، ثقافت اور زندگی تربیت کے اصولوں سے مزین ہو جس کو اللہ نے غیر معمولی حرارت ایمانی سے نوازا ہو، جو اپنے متعلقین اور نزدیک کے لوگوں پر اچھے اثرات چھوڑ سکے اور ان کے دلوں کو اپنے دل سے قریب کر سکے

بات جو دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

لیکن گفتگو اگر محض زبانی ہو اور انسان کا کردار ان اصولوں سے خالی ہو جن کی وہ تبلیغ کر رہا ہے تو ایسی دعوت کانوں سے ٹکرا کر صدائے بازگشت بن جاتی ہے دل زندہ وہ ہے جو اپنے سامعین اور حلقہ بگوش افراد

کوشاں ترکریتے، جو دل مردہ ہو وہ دوسرے دلوں کو زندہ کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا جو خود اپنی متاع گراں کھو چکا ہو وہ بھلا دوسرے کو کیا دے سکتا ہے؟

۵۔ خلوص و ایمان کی دولت سے مالا مال مربیوں کی ایک کھیپ، جو اپنے قائد کے طریقہ تربیت پر یقین رکھتی ہے جس نے اس مقصد کے حصول کے لیے جان توڑ کوششیں کیں۔ اپنے شب و روز اور نوجوانوں کے اندر اس ایمانی آگ کو روشن کیا اور پھر ان کے تربیت یافتہ دیوانے اپنا یہ جنون گرانمایہ اپنے بعد والوں کو منتقل کرتے رہے۔

یہاں مربیوں سے میری مراد تربیت و اصلاح کی لائبریریاں اپنے ذہنوں میں اتارنے والوں اور علوم و فنون کی اعلیٰ ڈگریوں کے حاملین نہیں بلکہ میرا مقصود وہ افراد ہیں جنہوں نے ایمان کی انگیٹھی اپنے دلوں میں سلگائی تھی جو تزکیہ نفس، روحانی پاکیزگی، عزم مستحکم، وسعت قلب اور دلوں کو اپنی طرف کھینچنے والی مقناطیسی شخصیت کے حامل تھے ان میں اگر انجینئر، ڈاکٹر، پروفیسر، بھاری تنخواہیں پانے والے سرکاری ملازمین تاجر اور وکلاء تھے تو ایسے افراد کی تعداد بھی کم نہ تھی جن کا ایک دن بھی کسی اسکول کالج یا اصلاحی ادارے میں نہیں گزرا تھا۔

۶۔ مختلف ذرائع و وسائل، انفرادی و اجتماعی، نظریاتی و عملی، عقلی و جذباتی، ایجابی و منفی، جیسی طریقہ کار اپنائے گئے چھوٹے چھوٹے دروسوں سے لیکر تقریروں، لیکچرز، اجلاسوں اور انفرادی گفتگوؤں تک یہ کام پھیلا ہوا تھا۔ دینی شعائر کا تحفظ، نعروں اور جلوسوں کا اہتمام دلوں میں اتر جانے والے، دماغ کے تاروں کو جھنجھوڑ دینے والے نغموں اور ترانوں کا استعمال بھی کیا گیا گھروں میں نجی محفلوں میں ثقافت و تہذیب، عبادت و اخوت پر عمدہ باتیں ہوتی رہیں اور اسے خاندان کا نام دیا گیا اس معنی میں کہ اس نے گھر کے افراد کے مابین محبت پیار اور الفت قائم کی۔

حکمران پارٹی کے کارکنوں سے ملاقاتیں ہوئیں اور یہ بالعموم رات کو ہوتی تھیں جن میں عقلوں کو تہذیب و ثقافت کی غذا ملتی، دل عبادتوں سے مالا مال ہوتے، بدن ریاضت میں مشغول رہتے اور اسے جہادوں کا نام دیا گیا اس معنی میں کہ اس نے جہاد کا طریقہ کار اپنایا تھا اس کے علاوہ ایک مکمل مسلم انسان کی تعمیر کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے انھیں اپنانے کی کوشش کی گئی۔

ہر انسان کی تربیت مقصد و نصب العین کے فرق کے ساتھ الگ الگ طریقہ پر ہوتی ہے حتیٰ کہ جانوروں میں بھی یہ چیز دیکھنے میں آتی ہے دودھ حاصل کرنے کیلئے گائے کو جس طریقہ سے پالا جاتا ہے وہ اس سے مختلف ہوتا ہے جو گوشت کے حاصل کرنے یا اسے کھیت میں جوتنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

اسی طرح انسانی تربیت کا مسئلہ بھی ہے چنانچہ ایک کمیونسٹ کی تربیت دوسرے ڈھنگ سے کی جاتی ہے جب کہ بورژوازی یا سرمایہ دار مہاجن کی بالکل مختلف طریقہ پر، تقلیدی مسلمان کی تربیت کا طریقہ کچھ اور ہوتا ہے اور ایجابی مسلمان کا کچھ اور۔ مسلم کی تربیت ایسے ماحول میں ہوتی ہے جس پر قرآن کی چھاپ ہوتی ہے اور نہ اسلامی تعلیمات کی جس پر حکمرانی ہوتی ہے ایسے ماحول میں کسی مسلمان کی تربیت نہیں ہو سکتی جس میں اسلام اور جاہلیت میں کشمکش برپا ہو، کفر و اسلام اور آزادی اور پابندی میں تصادم ہو۔

وہ مسلمان جو اسلام سے بجز نماز، روزہ، ذکر اور دعا جیسی چند چیزوں کے حاصل کرنے پر اکتفا کرتا ہے اس کے سامنے جب اسلام اور ملت اسلامیہ کی حالت زار کا تذکرہ ہوتا ہے تو وہ کچھ افسوس ظاہر کرتا اور کلمات ہمدردی ادا کرتا ہے ایسے مسلمانوں کی تربیت آسان ہے لیکن اگر ایسے مسلم کی تربیت مقصود ہے جس کا سینہ اسلام اور مسلمانوں کے لئے آگ پر رکھی ہنڈیا

کی طرح ابال کھاتا ہو جس کا دل مسلمانوں کی حالت زار
پر بالکل پگھل جائے اور پھر یہ غم اور درد و کرب اسے
دنیا کی اقدامات اور تبدیلی و انقلاب کے لئے بے چین
کردے ، ظاہر ہے کہ اس کی تربیت کچھ دوسرے خطوط
پر ہو گی

یہ واقعہ ہے دونوں کی اس ایک جہاں میں
کرگس کا جہاں اور ہے شاہیں کا جہاں اور

یہی تربیت مقصود اور مطلوب ہے اور ایسے ہی
مسلم نوجوان کی ضرورت ہے جو حالات کے رخ پر
بہنے کے بجائے انہیں اللہ کے حکم کے مطابق پھیر دینے
کا عزم رکھتا ہو جو اس بات پر ایمان رکھتا ہو کہ

عبث ہے شکوۂ تقدیر یزداں
تو خود تقدیر یزداں کیوں نہیں ہے

جس کی نگاہیں تقدیروں کو بدل دیتی ہیں جو ذہن
انسانی کی محدودیت سے بالا ہو کر قضا و قدر کی مو
شگافیوں کے دلدل سے نکل کر اقامت دین کے لئے
تعمیر ملت کے لئے اور احیائے اسلام کے لئے کام کرتا ہے
اور حقیقت میں سفر رہی ہے جو ایسے پیغام کو لے کر آئے
" جس کی لمبائی زمانے سے دراز تر جس کی چوڑائی کائنات
سے زیادہ اور اس کی گہرائی اتنی ہے کہ دنیا اور
آخرت کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے "
(حسن البنا ؒ)

اس امت کو اللہ نے بہترین کتاب قرآن سے نوازا
ہے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے
درمیان مبعوث کیا ہے ، اسے سب سے بہترین
امت قرار دیا ہے ، اسے ہر چیز میں معتدل بنایا
ہے اور دنیا کی قیادت و رہنمائی اور حق کی گواہی کے
لئے اسے مامور کیا ہے -

یہ تہذیب الٰہی ہے پوری دنیا کے لئے ہے
اخلاق و کردار سے مالا مال ہے ، ایمان و عمل کی
جامع ہے ، مادہ و روح دنیا و آخرت میں اعتدال
و امتزاج پیش کرتی ہے اور انسانی خصوصیات و کرامت
کا تحفظ کرتی ہے -

اخوان المسلمون کی سب سے بڑی ذمہ داری اس مسلم
کی تربیت ہے اس لئے کہ انقلاب کی پہلی اینٹ یہی
ہے ، صلاح و انصاف اور اصلاح اعمال کا یہ محور و
مرکز ہے اس کے بغیر اسلامی معاشرت کی تشکیل اسلامی حکومت
اور اسلامی قوانین کے نفاذ کا تصور تک نہیں کیا جا سکتا

اخوان نے افراد کی تربیت میں مندرجہ ذیل
چیزوں کو خصوصی طور سے ملحوظ رکھا ہے
خدا پر ایمان ، ہمہ گیر تبدیلی ، اعتدال و توازن ، تعمیر
و تشکیل ، اجتماعی اخوت و محبت ، تمیز خیر و شر اور
عزم محکم -

بقیہ صفحہ ١٦

لاتے ہیں علامہ محمد اسد کی " شاہراہ مکہ " لیکر کوئی صاحب ایسے
گئے کہ شاید کتاب کے دیئے ہوئے نقشے کے مطابق مکہ
شریف کا مبارک سفر پیدل ہی اختیار کر لیا ہے - ایک صاحب
میری ایک ضخیم سی کتاب لے گئے کئی ماہ ہو گئے ہیں اب
میں منتظر ہوں کہ سن لوں کہ انہوں نے کسی شہر میں
اس کے بل پر کوئی مطب قائم کر لیا ہے ایک صاحب
" نقوش " کا طنز و مزاح نمبر لے گئے تھے - مدت ہوئی واپس
نہیں ہوا سمجھتا ہوں کہ اس کے لطائف اب وہ اپنی مجلس میں
بیان کرتے ہیں جب تک سارے نمبر کے لطائف مجلس میں
بیان نہ ہو چکیں اس کی واپسی کی امید عبث ہے -

لیکن بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو کتاب لے جاتے
ہیں تو جلتے ہیں اس پر دوسرا کاغذ چڑھا لیتے ہیں اسے کوئی
داغ دھبہ نہیں لگنے دیتے بہت جلد واپس کرتے ہیں کتاب
کو بھی امانت سمجھتے ہیں کتاب اگر خستہ حالت میں ہو تو جلد
کروا کر واپس کرتے ہیں توجہ سے پڑھتے اور اس پر گفتگو
کرتے ہیں ، شکوک و شبہات رفع کرتے ہیں بعض اوقات
کتاب دینے والے کی معلومات میں اضافہ کرتے ہیں اس
کی پرانی معلومات کو بھی تازہ کرتے ہیں ایسے ہی لوگ

بقیہ ص پر

انشائیہ

سید اسعد گیلانی

بیچاری کتابیں

(روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ)

ایک آدمی جب اچھی اچھی کتابیں پڑھنے، جمع کرنے سنبھالنے اور محفوظ رکھنے کا شوق ہوا سے بالعموم ایسے احباب سے واسطہ پڑتا ہے جو کتابوں کو ان کے مالک کی حفاظت سے نکال کر لے جانے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ یہ مصیبت کسی ایک آدمی کی مصیبت نہیں ہے اور نہ یہ مصیبت لانے والا کوئی ایک آدمی ہوتا ہے۔ بلکہ کتابیں لے جانے، اڑا لینے، ضبط کر لینے، گم کر دینے اور پھاڑ کر واپس کرنے والوں کا ایک اچھا خاصہ گروہ ہے جو ہماری سوسائٹی میں پڑھے لکھے معززین کی شکل میں پایا جاتا ہے ان کی پہچان مشکل ہے صرف تجربہ بتاتا ہے کہ کون کس گروہ اور کس طبقہ سے تعلق رکھتا ہے۔ مجھے اس طبقہ کے ہر فرد سے گلہ ہے جیسے ہر اس آدمی کو گلہ ہوتا ہے جو کتابیں جمع کرنے کا ذوق رکھتا ہو۔

اس سے میرا روئے سخن کسی شخص کی طرف بھی نہیں ہے جن صاحب کو شبہ ہو کہ میری کوئی بات ان کی ذات گرامی پر کسی پہلو سے چسپاں ہوتی ہے وہ اسے میری گستاخی نہ قرار دیں بلکہ میری ان باتوں کو نظر انداز کر کے اپنے وطیرے پر قائم رہیں البتہ یہ تو ہرگز نہ کریں کہ اپنے آپ کو خواہ مخواہ مخاطب قرار دے کر مجھ سے ناراض ہو بیٹھیں۔ مجھ میں یہ کمزوری بہرحال موجود ہے کہ میں کتابوں کے ساتھ احباب کو بھی ضائع کرنے کی ہمت نہیں رکھتا اور یہ کمزوری ہر اس شخص میں ہوتی ہے جو میری پوزیشن میں ہو۔

کتابیں لے جانے والوں میں رنگ رنگ کے حضرات ہوتے ہیں اگرچہ کتابوں کو اغوا کر لے جانے کی صفت سب میں مشترک ہے لیکن اس اشتراک طبعی کے باوجود ان کے بے شمار اقسام ہیں ان میں سے چند ایک سے میں آپ کا تعارف کرائے دیتا ہوں تاکہ سند رہے اور جب آپ کو بھی کتاب لائبریری اور اکٹھا کرنا بھی مقصود ہو تو ایسی ضرورت کے موقع پر یہ معلومات آپ کے کام آئیں۔

تعارف سے پہلے ایک بنیادی بات جو کتابیں مانگ لے جانے والوں کے دل و دماغ میں ثبت ہو چکی ہے اس کا اظہار ضروری سمجھتا ہوں تاکہ آپ اخلاقی پابندیوں اور دیانت کے تقاضوں سے مستند ہو کر اپنی ساری لائبریری نہ لٹا بیٹھیں۔ بنیادی بات جو آجکل کی سوسائٹی کے اندر ایک ثابت شدہ قبول کردہ اور مقبول عام حقیقت بن چکی ہے وہ یہ ہے کہ کتاب کی امانت کوئی امانت نہیں ہے جسے واپس کیا جائے کتاب کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے لین دین میں دیانت کے معیار کو سامنے رکھا جائے جیسا کہ روز مرہ کے دیگر مسائل میں لحاظ رکھا

رکھا جاتا ہے۔ ایک نہایت دیانت دار آدمی جو کسی سے
ایک آدھ لیکر بھی نہیں بھولتا اور ایک عرصہ کے بعد بھی
نہایت ذمہ داری سے بھول جانے کی انتہائی معذرت
اور ندامت سی کے شدید احساس کے ساتھ اسے واپس
کرنا ضروری سمجھتا ہے وہ آپ سے بلیں روپے کی
کتاب لے کر بھی بلا ڈکار ہضم کر جاتا ہے اور بڑے فخر کی
بات سمجھتا ہے جس میں اسے دیانت و امانت کے
اصولوں کی پامالی کا دور دور تک احساس نہیں ہوتا
بلکہ اسے کبھی احساس نہیں ہوتا کہ اس معاملہ میں دیانت
و امانت کا بھی کوئی سوال اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔

اس تلخ صورت حال سے مجھ جیسے لوگوں کو ایک
مدت سے واسطہ پڑ رہا ہے جو کتاب پڑھتے بھی ہیں
اور پڑھاتے بھی ہیں اور اتفاق سے دینی و اخلاقی کتب
دوسروں کو پڑھانا کار ثواب بھی سمجھتے ہیں۔ بس اگر
کسی کو ہماری اس کمزوری کا پتہ چل جائے تو پھر مجھ
لیجیے کہ کتاب احسان کا چھوٹا تحفہ کر پڑھنے کے لئے
لی جاتی ہے اور پھر کبھی واپس نہیں کی جاتی میرے
پاس لمبی لمبی فہرستیں ایسی ہیں جن کے اوپر مغضوب
کتب کی ایک طویل قطار درج ہے ان میں شائع کی
کی "تاریخ تہذیب النساء" حصہ اول سے لیکر
پھر آنے کے بعد ... "سلامتی کا راستہ" تک شامل
ہیں یہ سب کتابیں جب میرے ہاتھ سے گئیں تو پھر
کبھی واپس نہ آئیں جو حضرات ان کتابوں کو لے جاتے
ہیں وہ ذہنی ... کے حضرات ہیں ...
دوست احباب ....

....

کالجوں کے طلبہ اسلام سے متعلق مفصل معلومات
کے طالب اور علمیت کا اظہار کرنے کیلئے دوسروں
سے کتب لے کر اپنے پاس ڈھیر کرنے کے شائقین وغیرہ
ایک صاحب آئیں گے "کیوں جناب! ایک صاحب
معاشیات پر بہت بحث کرتے ہیں، سود کی حرمت
کے قائل نہیں ہیں کہتے ہیں آجکل سود اور بینکاری
کے بغیر کام نہیں چل سکتا کوئی کتاب ان کے لئے تجویز
کیجئے"

"میرا خیال ہے کہ ان کو مولانا ابوالاعلیٰ مودودی"
کی کتاب "جدید معاشی نظریات اور اسلام"
اور انور اقبال قریشی صاحب کی کتاب "اسلام
اور سود" پڑھائیے

"بہت بہتر اگر آپ کے پاس یہ کتب ہوں تو
دے دیجئے پھر میں کبھی بازار گیا تو خرید لاؤں گا"
مجھے بھی شوق ہے کہ جن کے نظریات اسلامی تعلیم کے
بارے میں الجھے ہوئے ہوں ان کی الجھن دور ہو جائیں
میں فوراً اٹھ کر اپنی لائبریری سے "جدید معاشی نظریات"
جو پچھلے ہفتہ میں نے منگائی ہے اور "اسلام اور سود"
دونوں کتابیں ان کے حوالہ کر دیتا ہوں

چند دنوں تک کتب ذہن میں رہیں گی پھر کسی کاغذ
کے پرزے یا ڈائری پر کہیں نوٹ کر لی جائیں گی چند
ہفتوں کے بعد شرمانے لگا ان سے کسی ملاقات پر
گول مول طریقے سے کتابوں کا پوچھوں گا۔

"ابھی کیا کہوں، وہ صاحب پلٹ کر میری دوکان
پر آئے ہی نہیں، شاید کہیں باہر چلے گئے ہوں گے"
چلئے قصہ ختم ہوا اور دونوں کتابیں ہمیشہ کے لئے
داغ مفارقت دے گئیں چاہے وہ اپنے تبلیغی مشن
پر موجود رہیں یا کسی ردی کی دوکان پر بک جائیں۔

ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی صاحبزادے کالج کی کسی
مجلس مباحثہ کے لئے کسی موضوع پر نکات چاہتے ہیں
ان کو موضوع کی نسبت سے کتاب تجویز کر دی وہ دوسرے
دن کی شام کو کتاب کی واپسی کا وعدہ کر کے لے گئے اور پھر
وہ کتاب واپس کبھی نہ آئی اگرچہ صاحبزادے پھر بھی
بار بار آتے رہے کہ دوسری کتب پر ہاتھ صاف کریں

بعض ایسے دوست ہوتے ہیں جو بے تکلف احباب
کہلاتے ہیں۔ آئے الماری کا پٹ کھولا، جلد والی

پر سرسری نظر ڈالی جس کتاب کی جلد موٹی اور خوبصورت معلوم ہوئی اسے پوری بے دردی سے گھسیٹا بغل میں دابا "ذرا میں دیکھنے کے لئے جا رہا ہوں" اور بے تکلفی سے لے گئے اور بے تکلفی سے ہی واپس نہ کی کبھی تقاضہ کیا تو ابھی فارغ نہ ہونے کا بہانہ کیا۔ مزید تقاضہ کیا تو بات ہنسی مذاق میں اٹکال دی۔ مزید کچھ کہا تو خود تعریف کے چند تیر برسا گئے۔ اس پر بھی کبھی کتاب پر اپنا حق ظاہر کیا تو معمولی سی خفگی کا اظہار کیا اور جھٹ تعلقات کی ترازو کھڑی کر کے ایک طرف کتاب کو رکھ دیا اور دوسری طرف خود کھڑے ہو گئے اب ایک بامروت آدمی کس طرح کتاب کا وزن زیادہ قرار دے سکتا ہے۔ جو کتاب اس آزمائش پر چڑھ گئی اور اس ترازو میں تل گئی وہ پھر کبھی نہ لوٹتی۔ گویا تعلق کے مقابلہ میں ہدیتہً از خود مقبول کر لی جاتی ہے۔ بعض حضرات ہیں جو اس نیک نیتی سے آپ کی کتاب کو آگے چلا دیتے ہیں جس نیت سے آپ نے ان کو دی ہوتی ہے آپ نے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ وہ انھوں نے ایک طالب علم کو دے رکھی ہے اور فخر سے گویا آپ کا فریضہ ادا کر کے آپ پر احسان کر رہے ہیں۔ پھر کبھی پوچھا تو معلوم ہوا کہ ان صاحب نے اپنی ایک عزیزہ کو دی ہے جن کا فلسفہ پڑھنے کے سبب خدا سے یقین اٹھتا جا رہا ہے اور انھوں نے آگے ایک سہیلی کو دے دی ہے جو ہیڈ مسٹرس ہیں اور خیال ہے کہ اگر ہیڈ مسٹرس متاثر ہو گئیں تو وہ ایسی دینی کتب اپنی لائبریری میں منگا رکھیں گی جس سے آئندہ نسل کی اصلاح کا کام ہوگا۔ گویا کہ دی ہوئی کتاب چونکہ آئندہ نسل کی اصلاح کے کام کی راہ ہموار کر رہی ہے اس لئے اس کا اس سے بہتر مصرف اور کیا ہو سکتا ہے اور نہ اس کو ایسے اہم کام سے ہٹا کر واپس لائبریری میں رکھنا کوئی مفید کام ہے اس لئے اس کتاب پر بھی صبر کیجئے اور خوش ہو جائیے کہ وہ اپنا کام کہیں نہ کہیں کر رہی

کر رہا ہے۔

بعض حضرات ایسے بھی ہیں جو کتاب لے جائیں گے مگر پڑھیں گے کبھی نہیں صرف کتابیں لے جانا ہاتھ میں لے کر چلنا اور دوسروں کو دکھانا ہی ان کا خاص کام ہوتا ہے ایسے لوگ عموماً بے پڑھے ہی کتابیں رکھے رہتے ہیں اس قسم میں کچھ حضرات ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو لائبریری بنانے کا شوق ہوتا ہے لیکن خریدنے کے بجائے دوسروں سے کتب لے جا کر وہ اپنی لائبریری بناتے ہیں جن میں سے بیشتر بے پڑھے محفوظ رکھتے ہیں ان کی لائبریری کھولئے تو اس میں سے بہت کچھ لوٹ کا مال نکلے گا شاید آپ کی مدت سے کھوئی ہوئی بعض کتب بھی مل جائیں۔

خراب قسموں میں سب سے زیادہ عجیب قسم وہ ہے جو کتاب کے ساتھ کشتی لڑتے ہیں اگر واپس کریں گے تو اتنی گندی ہوگی جیسے لنگر وان پڑھنے کے بعد چولہے میں ہی رکھتے رہے ہیں اور ان کے سرے مڑے ہوئے ہوں گے گرد پوش پھٹ گیا ہوگا تو پھینک دیا ہوگا اور واپس کرتے ہوئے سادگی سے کہہ دیں گے

"اوپر کا کاغذ ذرا گندہ ہو گیا تھا اس لئے اتار کر پھینک دیا ہے"

کبھی کتاب واپس کریں گے تو اس پر سالن کے داغ دھبے ہوں گے چائے کی پیالی کے پیندے کا گول نشان ہوگا تیل والی انگلیوں کے نشان ہوں گے اور کوئی ایک آدھ ورق پھٹا ہوا بھی ہوگا۔

ایسے بھی ہوتے ہیں جو کتاب واپس کرتے ہیں تو کتاب کی تن خستہ شکل ہوتی ہے نہ اسکا ابتدائی حصہ ہوتا ہے اور نہ آخری ورق باقی ہوتے ہیں معلوم ہوتا ہے کوئی سپاہی کا معرکے سے اس حالت میں واپس آیا ہے کہ اسکا عضو عضو زخمی ہے ان حضرات میں سے ایک ایسے ملے جنہوں نے کتاب واپس کرتے ہوئے کتاب کی خوب تعریف کی تو مجھے شبہ ہوا کہ انھیں کتاب اتنی پسند

آگئی ہے کہ وہ اسے پڑھنے کے بجائے غالباً کھاتے رہے ہیں چنانچہ میں نے ان کو ایسی کتب واپس کردیں تاکہ وہ ان کو اچھی طرح ہضم کرسکیں۔ ایک صاحب جب ایک بار میرا ذاتی مطالعہ کا قرآن مجید جس پر میں نے جابجا حاشیہ لکھے ہوئے تھے ایک دن کے وعدہ پر لے گئے اور چھ ماہ بعد بیسیوں تقاضوں پر واپس کرنے آئے تو میں اسے پہچان نہ سکا پھر ان کے بتانے اور بار بار الٹ پھیر کے بعد میں نے بعض نشانات سے شناخت کیا تو میں یہ بغیر کہے نہ رہ سکا کہ بھائی صاحب یہ بتائیے کہ آپ اسے الماری میں رکھتے رہے ہیں یا چولہے میں تو انہوں نے میری طرف حیرت سے دیکھا اور میری بات نہ سمجھ سکے

ایک مطالعہ کی کتاب کی زیادہ سے زیادہ عمر بیس پچیس "مطالعہ" ہوتی ہے جب اتنے ہاتھوں سے وہ کتاب گذر جائے تو پھر گویا وہ ختم ہو جاتی ہے لیکن یہ اس صورت میں ہے جب احتیاط سے پڑھا جاتا ہو لیکن یوں مانگے پر دی گئی کتاب کی عمر گھٹ کر چند "مطالعہ" رہ جاتی ہے اور جو کتاب ایک بار مطالعہ پر چڑھ جائے پھر وہ بہت جلد دم توڑ دیتی ہے جس طرح محاذ جنگ پر گئے ہوئے سپاہی کی عمر کی گارنٹی ختم ہو جاتی ہے ایسی کتب بار بار خرید کر لائبریری میں رکھنی پڑتی ہیں۔ بعض لوگ دوسروں کی کتابوں کے حاشیوں پر اپنے نوٹس لکھنے کی دلچسپ عادت رکھتے ہیں وہ جو پسند آتا ہے اسے نشان زد کردیتے ہیں حاشیے پر اس کی تعریف یا مصنف کی تعریف میں مزید جملے لکھتے ہیں اور وہ عجیب و غریب جملے ہوتے ہیں "بھئی واہ! کمال کردیا" "کیا دندان شکن جواب ہے" "اسے کہتے ہیں استدلال" "بے شک" "دریں چہ شک" "اب کہو کیا کہتے ہو" "یہ کتاب لاجواب ہے"

بعض حضرات کتاب پر اپنا نام لکھ دیتے ہیں اپنی یادداشت کیلئے دوسرے احباب کے پتے نوٹ کرلیتے ہیں، اپنے بچوں کے نام لکھ دیتے ہیں، اپنے نسخے لکھ لیتے ہیں۔ اپنے خطوط ان میں رکھ دیتے ہیں بعض کتب پر ان کے بچوں نے خوش خطی کے عجیب و غریب نمونے جلی قلم سے دکھائے ہوتے ہیں۔

بعض حضرات کتب لیتے ہوئے خود کتاب پڑھنے کی نیت سے نہیں لیتے بلکہ محض کتاب لے جانے کی نیت سے لیتے ہیں ان کا ارادہ پڑھنے کا ہوتا ہی نہیں۔

میری لائبریری کے خانوں میں کئی جگہ مقامات خالی پڑے ہیں کتب کے دائیں بائیں جگہیں خالی ہیں جو کسی نئی ترتیب کے موقع پر یا کسی نئی کتاب کے آجانے کے بعد پر ہو جائیں گی یہ خالی جگہیں ان کتب کی ہیں جو میرے مطالعہ پسند احباب لے گئے ان میں سے بعض کے نام مجھے یاد ہیں بعض ذہن سے نکل چکے ہیں بعض ڈائری میں کہیں نہ کہیں محض درج ہیں اور وہ بھی اس لئے درج ہیں کہ جب سال بھر بعد میں کتب کا جائزہ لوں گا تو وہ گم شدہ کتب کی فہرست میں شامل ہو جائیں۔ اس وقت میرے پاس "رحمۃ للعالمین" کی پہلی اور تیسری جلدیں موجود ہیں لیکن ان کے درمیان خالی جگہ سے دوسری جلد غائب ہے یہ جو صاحب لے گئے ہیں ان کا اتا پتا بھی بھول چکا ہوں "الجہاد فی الاسلام" غائب ہے جسے ماہ ڈیڑھ پہلے ایک صاحب کسی کو دکھانے کے لیے تین دن کے وعدہ پر لے گئے تھے۔ سید سلیمان مرحوم کی "سیرت النبی" کا چھٹا حصہ جو اخلاق پر مبنی ہے غائب ہے باقی پانچ جلدیں اس کا خلا اپنے مفاد وقت پہلو میں لئے پڑی ہیں۔ "معارف الحدیث" کی پہلی جلد نہیں ہے ایک دوست رمضان شریف میں مطالعہ کے لئے لے گئے تھے اب تو عید بھی گذر گئی ہے "ترجمان السنۃ" کی تیسری جلد غائب ہے جو صاحب لے گئے تھے ان کا تبادلہ ضلع سے باہر ہو گیا ہے "تفہیم القرآن" کی پہلی جلد ایک طالب علم سورۂ مائدہ کی تیاری کے سلسلہ میں لے گئے تھے طالب علم صاحب نے امتحان پاس کرلیا ہے لیکن میری کتاب غالباً انہوں نے اپنے انعام کے طور پر رکھ

بقیہ ۱۲ پر

شام کے حوالے سے

مظفر اسلام فلاحی
(علیگڑھ)

عالم اسلام

فرازِ دار پہ رکھتے چلو سروں کے چراغ

شام میں برسراقتدار ملحد حکومت نے وہاں کے اسلام پسند طلبہ اور نوجوانوں کو جس بے رحمانہ طرح مبتلائے عذاب کر رکھا ہے اس نے نازی کی انسانیت سوز سزاؤں کو یاد تازہ کر دی ہے۔ قتل و خون، الزامات و اتہامات دار و رسن سے آگے بڑھ کر اب بات عورتوں کی عصمت دری اور پاکیزہ طالبات کی بے آبروئی تک پہنچ چکی ہے عرب بڑے غیور، خوددار عفت و عصمت کے پاسبان اور عورتوں کی حفاظت کے لئے جان پر کھیل جانے والے مشہور رہے ہیں اسلام سے پہلے جاہلیت کے دور میں بھی یہ عرب کی نمایاں خصوصیتیں تھیں لیکن سوشلزم کی لعنتوں نے سوشلسٹ عربوں کے اندر سے ان ساری صفات کو یکلخت ختم کر دیا ہے۔ اب نہ صرف یہ کہ یتیموں اور بیواؤں کی حالت زار ان کو متاثر نہیں کرتی عورتوں کی عصمت و عفت کی طرف سے ان کے کان بہرے ہو گئے ہیں بلکہ اس سے آگے بڑھ کر اپنی ہی ہم قوم ہم مذہب بھائیوں کی ماؤں اور بہنوں کی عصمت دری میں انھیں ذرا بھی حجاب محسوس نہیں ہوتا ہے یہ لوگ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں ان کا قبلہ کعبہ نہیں ماسکو ہے ان کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں مارکس اور لینن ہیں ان کی مقدس کتاب قرآن سے نہیں داس کیپٹل سے ہے۔ یہ اسلام سے محبت کرنے کے بجائے کفر و الحاد کو ترجیح دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے کان بہرے ہو چکے ہیں ان کی آنکھوں کا نور زائل ہو چکا ہے ان کے دل پتھر کے مانند سخت ہو چکے ہیں اور یہ چوپایوں سے بھی بدتر ہیں لهم اعين لا يبصرون بها ولهم آذان لا يسمعون بها اولئك كالانعام بل هم اضل۔

ذیل میں شام کے انجینئرنگ کالج کی ایک طالبہ کے خط کا ترجمہ نقل کر رہے ہیں جو اس نے جیل سے اپنی ماں کو لکھا ہے۔ اس کا جرم صرف یہ ہے کہ وہ اسلام پر عمل کرنا اور پورے معاشرے میں اسلامی اصولوں کو نافذ دیکھنا چاہتی ہے وہ خدا پر ایمان رکھتی ہے رسول کی رسالت اور آخرت پر یقین رکھتی ہے وہ کمیونسٹوں کا آلۂ کار بننے کی بجائے دین محمدی سے چمٹے رہنے کو ترجیح دیتی ہے۔ اس کے اس دردناک خط کو پڑھیے اور شامی ملحد حکومت میں ایک عرب عورت کا مقام تلاش کیجئے!

وہ میری پیاری ماں ..... شہیدوں اور

مقتولوں کی ماں ..... میں نے ان ظالموں سے کاغذ قلم مانگا تاکہ میں تمہیں اپنی دکھ بھری داستان سناؤں اور مجبور دل کو کچھ تسلی ہو ..... میری اچھی ماں! انہوں نے مجھے میری بہن کے گھر سے اغوا کیا .... وہ موٹی مونچھوں والا ..... جس کا دل پتھر جیسا کے مانند فولاد اور جس کے خیالات چٹان کی مانند سخت ہیں ..... اس بدبخت نے مجھے یک و تنہا ...... کے سامنے اور ...... کے سامنے چھوڑ دیا۔ میری ماں! جانتی ہو کس لئے؟ میری عصمتوں پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے .... میری پاکدامنی پر غلاظتوں کے داغ لگانے کے لئے .... میرے ننھے وجود کو نسوانی فطرت کو چور چور کرنے کے لئے ......

میری ماں! کیا میرے پاس الفاظ ہیں کہ میں اس وحشت ناک منظر کو بیان کر سکوں؟ نہیں، نہیں! کیا تمہارے پاس کان ہیں جو تاب شنیدن لا سکیں؟! ہائے عربی غیرت کہاں گئی؟! عربی شرم و حیا کہاں ہے؟! عصمتوں کے محافظ کہاں ہیں؟! میں گلا پھاڑ کر چیخنے لگی اور وہ ملعون قہقہہ لگاتا رہا۔ اس نے اپنے کھردرے ہاتھ سے مجھے دبوچ لیا ...... اور میری عزت مٹی میں مل گئی۔ جیسے برف کے ٹھنڈے پانی سے کبھی ابال کھاتے پانی سے غسل دیا جاتا رہا ..... میں خوف میں اتنا پٹ گئی میرے بدن کے بال جھڑ گئے ...... میری پیاری ماں! میری روح سرنگوں ہے میں بے آب و گیاہ صحرا میں تنہا ہوں ..... کاش مجھے ان ظالم نہاد مسلمان پڑوسیوں نے ذرا اعتماد کیا ہوتا اے کاش کہ میں اسرائیل کی قید میں ہوتی اور اپنی مظلومیت پہ دل کو تسلی دے سکتی ..... اے دعاؤں کے سننے والے! اے سرکشوں کو دبانے والے! تیری لافانی جلال ہے؟ کہاں ہے تیری قدرت؟ تیرے بندے ستائے جا رہے ہیں۔ تو ان ظالموں سے انتقام لے بے شک یہ تجھے عاجز نہیں کر سکتے۔ ***

(عربی سے ترجمہ)

افغانستان میں
ماسکو کی غیر فاتحانہ جنگ

چونکہ افغانستان میں وہ روسی ٹینک پر سوار ہو کر برسر اقتدار ہوا تھا اس لئے ببرک کارمل دارالسلطنت سے باہر جانے کی بھی جرأت نہ کر سکا اور فی الحقیقت وہ قصر صدارت سے باہر شاید ہی کبھی نکلا ہو اس حالت میں پچھلے ہفتہ ایک زائر کی حیثیت سے ماسکو کے لئے اس کی روانگی بڑی معنی خیز ہے جو ببرک کارمل یا اس کے روسی نژاد محسنوں کو تو غلط فہمی میں مبتلا کر سکتی ہے لیکن ان لوگوں کی آنکھوں میں دھول نہیں جھونک سکتی جو حقائق پر نظر رکھتے ہیں۔

ماسکو کی تقریباً ۸۵ ہزار پر مشتمل فوج بھی افغان مجاہدوں کو اپنے گھٹنوں پر نہ گرا سکی۔ اس کے برعکس ان کا جذبہ جہاد اور عزم مستحکم ہوتا گیا اور روس اپنے آپ کو غیر مختتم جنگ کے دلدل میں پھنستا ہوا محسوس کرنے لگے۔ پچھلے چند ہفتوں سے افغانی مجاہدین نے ٹینک شکن میزائل اور راکٹ استعمال کرنا شروع کئے جس سے بڑے مثبت نتائج سامنے آئے۔

۱۸ اکتوبر کو پکتیا میں حزب اسلامی افغانستان

کے نمائندے نے بتایا کہ ۱۳ اکتوبر کو مجاہدین نے تخار صوبہ کے دارالسلطنت طالقان کو پار کیا اور شہر کی سڑکوں پر ٹینک شکن بارودوں کی سرنگ بچھادی جس کی وجہ سے ۱۸ روسی ٹینک تباہ ہوگئے۔ اسی شام کو مجاہدین نے طالقان سے ۵ کلومیٹر دور تخار اور روسیوں کا زبردست مقابلہ کیا اور ۱۲ روسی ٹینکوں کو برباد کردیا ایک دن پہلے باغلان صوبہ کے پل خمری میں قدرتی گیس پائپ لائن کو اڑادیا۔ ایک ہفتہ پہلے کابل صوبہ کے قرہ باغ میں ۵ افغان فوجی اور ایک روسی افسر گرفتار کئے گئے نمائندہ نے دعویٰ کیا ہے کہ کابل کے جنوب میں ۱۸ کلومیٹر دور چار دیا ساب میں ایک روسی طیارہ مار گرایا گیا ہے۔

اتحاد اسلامی برائے آزادی افغانستان کے بیان کے مطابق تین ہفتہ پہلے روسی سرحد کے قریب بلخ صوبہ کی راجدھانی مزار شریف میں دھماکہ خیز اشیاء کے ایک گودام کو اڑادیا گیا۔ یہ بیان میں مزید کہا گیا ہے کہ مجاہدین نے روسی فوجیوں کو دو ہفتہ کی ایک لڑائی میں الجھادیا جس میں دشمنوں کے ۶۰ فوجیوں کے مارے جانے کی اطلاع ملی ہے اور ہتھیار اور گولا بارود کے بھاری ذخیرے پر قبضہ کر لیا گیا ہے تھوڑی دیر کے لئے انھوں نے طالقان کے آدھے حصے پر قبضہ کرلیا اور وہاں اسلحہ کے مرکز کو تباہ و برباد کردیا ایک دوسری لڑائی میں جگانو کا ڈپٹی گورنر، اس کا بھائی اور علاقہ کا فوجی کمانڈر مارا گیا اور روسی فوجوں کو غزنی تک پیچھے ہٹنا پڑا۔ ۱۸ اکتوبر کو ہونے والی اس لڑائی میں ۲۵ سرکاری فوجی اپنے ہتھیاروں کے ساتھ باغیوں سے جا ملے

کونار صوبہ میں جماعت اسلامی نے اطلاع دی ہے کہ ایک جیٹ بمبار طیارہ مار گرایا گیا ہے اور بہت سے ٹینک اڑا دیئے گئے ہیں جبکہ اس مقابلہ میں جتنی مجاہدین نے جام شہادت نوش کیا اور بہت سے یہ ملکی نیست و نابود کر دیئے گئے۔

(بشکریہ امپیکٹ)

عشق کتابوں سے

یہ واقعہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۴۱ء کا ہے اس وقت جب کہ نازی جرمنوں نے یوگوسلاویہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ ٹیٹو کی قیادت میں یوگوسلاویہ کی چھاپہ مار فوج نے مسلح بغاوت شروع کردیا اس بغاوت کو کچلنے کے لئے جرمن طیاروں نے فوری کارروائی کی۔ چاروں طرف بمباری شروع ہوگئی جرمن طیارے غوطے لگا لگا کر بم پھینکنے لگے مکانات دھڑا دھڑ گرنے لگے پورے شہر میں تازہ انسانی خون کا چشمہ ابلنے لگا گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہوا لاکھوں یوگوسلاوی گرفتار کئے گئے اور انھیں گولیوں سے اڑایا جانے لگا ایک جرمن اخبار نویس نے آنکھوں دیکھا واقعہ لکھا ہے کہ گرفتاریوں کے بعد قیدیوں کی چالیس چالیس پر مشتمل جماعتوں کو ایک طرف چلنے کا حکم دے دیا گیا اور یہ جماعتیں تھوڑی تھوڑی دیر بعد روانہ ہونے لگیں قیدیوں کی ہلاکت کا کام شروع ہوگیا ہم مشین گنوں کی بھیانک اور ہلاکت خیز گیت سن رہے تھے ان میں سے ایک جماعت کے افراد صرف طالب علم تھے اور ان میں سے بیشتر کے ہاتھوں میں اس وقت بھی کتابیں موجود تھیں انھیں رخصت ہوتے دیکھ کر ان کا پرنسپل ڈاکٹر میلوش ان کے ساتھ جانے کے لئے دوڑا اس کے الفاظ یہ تھے۔ اگر تم لوگ ان بچوں کو ہلاک کرنے کیلئے لے جارہے ہو تو مجھے بھی ان کے ساتھ لے چلو میں ان کے ساتھ ہلاک ہونا چاہتا ہوں۔"

ڈاکٹر سید انور علی

اب وقت آگیا ہے کہ

مسلمان در در کی گدائی چھوڑ دیں

مسلمانوں کی بدبختی کہ وہ ایک خدائی نظامِ حیات کے علمبردار ہوتے ہوئے بھی دوسرے کے سہارے جینے کی کوشش کرتے رہے۔ دنیا کے امن و سکون کا ٹھیکیدار انھیں بنایا گیا تھا لیکن وہ خود ہی دوسروں سے امن و سکون کی بھیک مانگنے لگے۔ روشنی حق انھیں عطا کی گئی ہے تاکہ حیات کی تیرہ شبی میں مینارۂ نور کا کام دے سکیں لیکن خود یہ دوسروں سے روشنی کے طالب بن گئے۔ کتاب ہدایت سے انھیں نوازا گیا تھا کہ گمراہوں کو راہ راست دکھائیں مگر یہ خود ہی دوسروں کے پیچھے چلنے پر رضامند ہو گئے۔ کلام اللہ اور اسوۂ رسول کی نعمتوں سے نواز کر کہا گیا تھا کہ دنیا میں رہنے والوں کی جھولیاں بھر دو مگر وا حسرتا کہ یہ کشکول گدائی لے کر در در کی صدا لگا رہے ہیں۔ خدا نے انھیں اپنا خلیفہ اور نائب بنایا تھا کہ اس زمین پر بھلائیوں کو پروان چڑھائیں اس کی رکھوالی کریں اور برائیوں کو اکھاڑ پھینکیں لیکن دنیا کی قیادت و امامت کی ذمہ داریوں سے پہلو تہی کر کے انہوں نے ہجروں میں بند ہونا پسند کیا۔ نتیجہ جو نکلنا چاہئے تھا وہی نکلا کہ دنیا فتنہ و فساد سے بھر گئی اور سکون و امن سے خالی ہو گئی اور خود ان کی زندگیاں مصیبتوں اور رسوائیوں کی نذر ہو گئیں اور چونکہ اس کے وقوع پذیر ہونے میں ان کی غفلت، کوتاہی اور خود غرضی ذمہ دار تھی

رونق کا دخل تھا اس لئے ان کے حصہ میں آلام و مصائب اور ذلت و رسوائی دوسروں کے مقابلہ میں کچھ زیادہ ہی آئی۔ آج بھی ہندوستانی مسلمانوں کی یہ ذہنیت کیا ہے؟ یہی نا کہ وہ یا تو کسی سیاسی پارٹی کے سہارے جینے کی کوشش کر رہے ہیں یا پھر حکومت سے اپنی عزت و جان کی بھیک کے طلب گار ہیں لیکن کیا آزادی کے بعد ان تیس بتیس سالوں میں کسی پارٹی نے ان کو واقعی سہارا دیا اور ان کے احساسات جذبات اور امنگوں کی قدر کی؟ انھیں صرف اپنا آلہ کار بنائے رکھا؟ اسی طرح سوچئے کہ کیا کسی حکومت خواہ کانگریس کی ہو یا جنتا کی ان میں سے کسی نے بھی حقیقتاً ان کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کا کام کیا؟ آئے دن ہم دیکھتے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی باتوں کا بتنگڑ بنا کر ہی سیاسی پارٹیاں احتجاج کرتی ہیں، جلوس نکالتی ہیں، اسمبلیوں اور پارلیمنٹ کے سامنے دھرنا دیتی ہیں، بھوک ہڑتال کرتی ہیں اور احتجاج منا کر شہری زندگی کو معطل کر دیتی ہیں لیکن تیس چالیس سال سے مسلسل اور پے در پے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی جاتی ہے ان کے مکانات نذر آتش کئے جاتے ہیں دکانوں اور کارخانوں کو ملیا میٹ کر دیا جاتا ہے اور وہ سب کچھ ان کے ساتھ ہوتا ہے جو ایک خونخوار ڈاکو اور بدمعاش غنڈہ پوری آزادی سے کسی شریف آدمی کے ساتھ کرتا

ہے مگر کیا ان چالیس سالوں کے اندر کسی نے سنا کہ فلاں پارٹی نے مسلمانوں کی جانوں اور عزت و آبرو کی خاطر احتجاجاً کوئی جلوس نکالا ہو، ہڑتال کرائی ہے، اسمبلی یا پارلیمنٹ کے سامنے دھرنا دیا ہے اور مرن برت رکھ کر سماج کے ذہن کو اس مسئلہ کی طرف موڑنے اور ابھارنے کی کوشش کی ہے۔ حکومت کے ایوانوں میں اس پر بحث ضرور ہوئی ہے کہ پولیس کی نگرانی میں کیا فساد ہوا اور مسلمانوں کی جان و مال کو نقصان پہونچایا گیا لیکن کیا کسی حکومت چاہے وہ صوبائی ہو یا مرکزی کبھی کسی پولیس آفیسر یا ملوث افسران کے خلاف کوئی ایسی کارروائی کی ہے جس سے ان کو ایسے کاموں میں ملوث ہونے کی جرأت نہ ہو؟ کیا ہندوستان کا وہ گاندھی بھگت سنت ونوبا بھاوے جی کہتے ہیں اور جو اپنے دل میں جانوروں کے لئے رحم کے جذبات رکھتے ہیں۔ گائے جیسے جانور کے لئے اپنی جان بھی قربان کرنے کیلئے تیار ہیں کبھی اپنے دل میں معصوم مسلمانوں کے قتل عام پر بھی کوئی چبھن محسوس کی اور کیا انہوں نے کبھی ان کی جانوں کی حفاظت کے لئے کوئی مرن برت رکھا؟ ہندوستان کے طول و عرض میں ایک سے ایک مہاتما اور مہارشی موجود ہے جو چیونٹی کے دب جانے پر ہزار بار اس گناہ سے توبہ کرتا ہے اور چیونٹیوں کی جنگلوں میں جاکر خوراک پہونچاتا ہے، مگر مسلمانوں کے حلق کا نوالہ چھینا جاتا ہے، رزق کے سوتوں کو بند کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور عملاً ایسی حالت پیدا کردی جاتی ہے جس سے وہ نان شبینہ کو محتاج ہو جاتے ہیں کیا ان کے لئے بھی ان مہان پرشوں نے احتجاج کیا اور اپنی زندگی کو داؤں پر لگا کر بیٹھ گئے کہ جب تک یہ غیر انسانی سلوک بند نہیں ہوتا وہ اپنا مرن برت نہیں توڑیں گے؟ کتنے گاندھی کے نام لیوا ہیں جو اس طرح کے ہنسا کے مواقع پر آگے بڑھ کر سامنے آتے ہیں اور ظلم کی تلوار سے

معصوموں کو نجات دلانے کی کوشش کی ہے؟ دور دور تک نظر دوڑائیے کوئی لیڈر، کوئی مہاپرش اور کوئی رشی ایسا کرتا ہوا نظر نہ آئے گا۔ پھر آخر مسلمانوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ مسلسل تجربات کے بعد بھی مزید تجربہ کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ کیا ان کے ہوش و خرد کی آنکھیں اب بھی نہیں کھلیں کہ وہ حقیقتوں کا ادراک کر سکیں کیا انہیں اب بھی وہ راستہ سجھائی نہیں دیتا جسے نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا تھا آخر وہ کب سمجھیں گے کہ خدا کے سوا ہر سہارا کمزور اور تار عنکبوت ہے اور صرف ایک خدا کا سہارا اصل سہارا ہے ان کے دل ودماغ میں یہ اعلان خداوندی کب اترے گا کہ

ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم وان یخذلکم فمن ذا الذی ینصرکم من بعدہ وعلی اللہ فلیتوکل المومنون (آل عمران ۱۶۰)

ترجمہ: اللہ تمہاری مدد پر ہو تو کوئی طاقت تم پر غالب آنے والی نہیں اور وہ تمہیں چھوڑ دے تو کون ہے جو تمہاری مدد کر سکتا ہو پس جو سچے مومن ہیں ان کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

وقت آ گیا ہے کہ مسلمان در در کی گدائی چھوڑ دے اور دوسروں کے پیچھے چلنا ترک کر دے اور دوسروں سے رہنمائی طلب کرنے کے بجائے خود اپنی حقیقت کو پہچانے اپنے اندر خود اعتمادی اور خدا اعتمادی پیدا کرے اور اپنے ہی پیروں پر کھڑا ہو کر اس پیغام کو دعوت دے جس کو خدا اور رسول دونوں نے اس پر ذمہ داری ڈالی ہے اور جو اس کے ایمان کا اصل تقاضہ ہے اللہ کا ارشاد ہے:

انتم الاعلون ان کنتم مومنین (آل عمران ۱۳۹)

ترجمہ: تم ہی سربلند رہو گے اگر تم مومن ہو

اللہ کا اعلان ہے کہ۔

للہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین (منافقون ۸)

ترجمہ: عزت و سربلندی اللہ، اس کے رسول اور مومنین کے لئے ہے

پھر اس کا وعدہ بھی ہے جو ایمان لایا اور اعمال صالحہ اختیار کیا ان کو زمین کی خلافت سے سرفراز کیا جائے گا (وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصالحات لیستخلفنہم فی الارض) پھر کیا وجہ ہے کہ ہم مسلمانوں کی نہ عزت و وقار ہے اور نہ زمین میں خلافت ہی حاصل ہے نعوذ باللہ کیا خدا کا وعدہ جھوٹا ہے؟ نہیں۔ دنیا آج سے چودہ سو سال پہلے خدا کے اس وعدہ کی سچائی دیکھ چکی ہے کہ کس طرح ایک بدو قوم نے قرآن کو سینے سے لگایا اور حضورؐ کی پیروی کی ایمان کے تقاضوں کو کما حقہ پورا کیا اور اپنی آنکھوں سے خدا کے وعدہ کا ایفا دیکھا اس لئے خدا کا وعدہ سچا اور اٹل ہے قصور صرف ہمارا ہے کہ ہم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ محض زبان سے کلمہ کے ادا کر دینے سے ہمارے اوپر انعام و اکرام کی بارش ہو گی یہاں تک کہ خلافت ارضی سے بھی سرفراز فرمایا جائے گا حالانکہ جس ایمان کے لئے یہ وعدے کئے گئے ہیں اس سے ہمارا دل خالی ہے اور جن اعمال صالحہ کے ساتھ یہ وعدے مربوط ہیں وہ ہماری زندگیوں میں تقریباً ناپید ہو گیا، پھر ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ ہمارے سامنے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ قرآن کے احکامات کی پابندی اور محبوب خدا کے اسوہ کی تقلید و پیروی کر کے تمام فلسفہائے حیات اور نظریہ فکر و نظر سے اپنا دامن جھاڑ لیں اور "ادخلوا فی السلم کافۃ" کو اپنا مطمح نظر بنا لیں اور خدا کے بھروسہ پر بغیر کسی خوف و جھجک کے دعوت اسلامی لیکر اٹھیں اور اپنا وہ کردار ادا کریں، ہم نے صدیوں سے مسلمانوں اور مسلم قوم کے نئے جد و جہد کی لیکن دنیا کے نقشے میں کوئی مقام حاصل نہ کر سکے بلکہ الٹے اپنی پوزیشن خراب کر لی اور دنیا یہ سمجھنے لگی کہ مسلمان بھی بالکل ویسی ہی ایک قوم ہے جیسے جرمن اور جاپانی قومیں اور اس کو بھی صرف اپنے ہی قوم کے اغراض و مفاد سے غرض ہے حالانکہ مسلمان ان معنوں میں سرے سے کوئی قوم ہے ہی نہیں وہ تو ایک خاص نظریہ زندگی پر اٹھی ہوئی ایک پارٹی ہے جو پوری دنیا کے لئے انسانیت سلامتی اور بھلائی کی ذمہ دار ہے اس لئے اب تو مسلم قوم پرستی کو چھوڑ کر ٹھیک ٹھیک خدا پرستی کو اپنائیں اور اسلام کے مفاد کو اپنا مفاد کیونکہ یہی تنہا وہ راہ ہے جس پر چل کر مسلمان اپنا بھی بھلا کر سکتا ہے اور دنیا کو بھی فتنہ و فساد سے نجات دلا سکتا ہے۔

بقیہ صفحہ ۳

کا لوگوں کے دل و دماغ کو متاثر کرنا نہایت مشکل ہے اس لئے کہ جدید زندگی کا سارا رجحان یکسر ان کے خلاف ہے مسلمان اس نظریہ اور عمل کے علمبردار ہیں اور ایک ایسا با خدا گروہ ہیں جو اپنے اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری پر ایمان رکھتے ہیں یہ ایمان مسلمانوں کو نہ صرف مغرب کے مادہ پرستانہ مسلک سے دور رہنے کا حکم دیتا ہے بلکہ دنیا کو اس صراط مستقیم کے دکھانے کا فرض بھی عائد کرتا ہے جس پر وہ خود چل رہے ہیں اس فرض کو مسلمان اس وقت تک کامیابی سے ادا نہیں کر سکتے جب تک وہ دنیا کی قیادت کو مادہ پرستوں کے ہاتھ سے دوبارہ نہ چھین لیں" ؎

حیات نو میں اشتہار دے کر
اپنی تجارت کو فروغ دیجئے

؎ Islamic ideology and its impa-
ct on our times. P. 14-15

تسنیم نزہت
(اعظم گڑھ)

"سرد آنچ"

طوفان تیز بارش میں قدرے کمی ہوئی تو رہ رہ کر تیز ہوا چلنے لگی ایسی ہولناک اندھیری میں رکشا ٹیکسی وغیرہ کا بھی کوئی امکان نہ تھا اس نے سوچا شاید چوراہے پر کوئی سواری مل ہی جائے۔ مگر ابھی تو چوراہے تک جانے کے لمحات ہی کافی کٹھن تھے اور پھر رات کی بڑھتی ہوئی تاریکی اسے مزید وحشت زدہ کر رہی تھی ابھی وہ کچھ ہی دور چلی تھی کہ گرج دار کڑک کے ساتھ ساتھ ننھی ننھی پھواریں موسلا دھار بارش میں بدل گئیں بارش کی زد سے بچنے کیلئے وہ قریب کی گلی میں جا کھڑی ہوئی۔ رات، سناٹا، اور تنہائی اس کیلئے سوہان روح بنے ہوئے تھے۔ وہ لب کشا ہوئی اپنے بھگوان سے کہ یہ وحشت خیز لمحات جلد ختم ہو جائیں ہر ہر لمحہ اسے طویل سے طویل تر محسوس ہوتا تھا۔

اچانک اندھیرے میں سے ایک سایہ نمودار ہوا وہ دیوار سے چپک گئی وہ کاش اس پرچھائیں نے میرے وجود کو محسوس نہ کیا ہو ...... نہیں ...
.. غالباً یہ میرا وہم ہی تھا۔ سایہ پھر متحرک نظر آیا اور تیزی کے ساتھ قدموں کی آہٹ بھی تھی خطرے کا احساس اس کے وجود میں سماتا چلا گیا۔

"تم نہیں اس وحشی درندے سے بچا لیں گے آؤ ہمارے وجود میں ضم ہو جاؤ" آسمانی آبشار کی بے زبان تشنگی اس کی روح کی گہرائی میں اترتی چلی گئی۔ اور ٹپکتے قطروں کی فطری ہم نوائی پر اس نے برکھا میں پناہ لینا چاہا۔

"معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس طوفانی بارش سے سخت پریشان ہیں اگر واقعی ایسا ہی ہے تو آپ تھوڑی دیر کے لئے میرے کمرہ میں پناہ لے لیں" ایک مدھم آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"خبردار ہرگز اس کے ساتھ مت جانا تیرے لئے پناہ گاہ نہیں روحانی قتل گاہ ثابت ہوگی۔ اس کی آواز میں خلوص کی حلاوت نہیں خلوص کی تلخی ہے تجھے معاوضہ دینا ہوگا اس کے یہاں ٹھہرنے کا اور ایسا معاوضہ جو سدا کیلئے تیرے دامن زندگی کو داغدار بنا دے گا" ہواؤں کی سائیں سائیں میں اسے ضمیر کی یہ آواز صاف صاف سنائی دے رہی تھی

"دن بڑھتی ہوئی خنکی اور بے پناہ بارش سے بچنے کیلئے میں اپنا کمرہ پیش کر رہا ہوں آپ کو اس جگہ سے زیادہ میرے یہاں سکون ملے گا بارش تھم جائے تو میں آپ کو آپ کی قیام گاہ تک پہنچا دوں گا۔ آپ کو آخر میرے ساتھ چلنے

یا اعتراض کیا ہے" ؟ "جی ؟ ...... جی ہاں ...

... جی نہیں" اس کی آواز کپکپا اٹھی اور سیاہ عقد ری یخ بستہ ہواؤں کے تیر جسم میں پیوست ہو گئے بارش نے شدت اختیار کر لی تھی ہواؤں کے تیز جھکڑوں سے اس کے قدم اکھڑے جا رہے تھے

"آئیے" یہ کہہ کر اجنبی چند قدم آگے بڑھ کر ایک کمرہ میں داخل ہو گیا وہ بہت جھجک رہی تھی ضمیر کی کشمکش ساتھ اور تنہائی اسے کسے دن اخباروں کی حیا سوز خبریں یاد آنے لگیں دماغ مفلوج سا ہو کر رہ گیا اور وہ مزاحمت تک نہ کر سکی۔

"آئیے"! نوجوان نے مڑ کر دہلیز پر کھڑی شوبی کو پکارا "آپ اس کمرے میں آرام کریں یہ فرسٹ پہلی روم میرا گھر ہے جی ہاں اسٹوڈنٹ ہوں اور یہاں تنہا ہی رہتا ہوں" - نوجوان نے لیمپ کی لو بڑھاتے ہوئے کہا "رات کا سناٹا اور تنہائی ہائے تو کہاں پھنس گئی" ذہن کے کسی گوشہ سے ایک شکستہ آواز نکلی اور اس نے پلٹ کر بھاگنا چاہا۔

"آپ کو نروس ہونے کی ضرورت نہیں آپ شاید گھبراہٹ محسوس کر رہی ہیں۔ اور ...... اور آپ بھیگ تو نہیں گئیں" نوجوان نے اس کے سراپے پر ایک اچٹتی سی نگاہ ڈال کر کہا "ٹھنڈک بتدریج بڑھتی ہی جا رہی ہے ٹھہریے میں چائے بنا تا ہوں" اور وہ کمرہ سے چلا گیا۔

شوبی خوب جھینپ گئی وہ جیسے پنجرے کے قیدی کو خلوص کے دانے کھلا کر شکار کرنے لگا تاکہ احسان کا گراں بار قیدی کچھ تو اس کے احسان کی قدر کر سکے اور یہ "قدر" اس کے اگلے "اقدام" کے لئے کافی ہوگی مجھے اب وہ رضامند کر ہی لے گا اور تیری ہزار مزاحمت کے باوجود اپنے احسان کا معاوضہ لے ہی لے گا

شوبھا آج وہ تیرے تمام ہتھیار کیوں کند ہو گئے؟ جن سے تو خود کو آراستہ کر کے رکھا کرتی تھی۔

وہ ثابت قدمی کی سپر لغزش کے تمام ہتھیار کند کر دیتا ہے تقدس کی روشنی کے آگے ہوس کی تیرگی کیونکر برقرار رہ سکتی ہے" "کیا آج یہ تیرے تیر بے رنگ اور ثابت ہوئے؟ کیا تیرا تقدس تیرا وقار ریزہ ریزہ ہو جائے گا اور تو اپنے اعتماد کی شکستگی گوارا کرے گی؟ تو کیا تو کچھ بھی نہیں کر سکتی؟ ...... کچھ بھی نہیں ...... کچھ بھی ...... غم و غصہ کی پرخلش موجیں دل و دماغ پر طوفان بن کر چھا گئیں۔ اور احساس بے چارگی شدت سے جاگ اٹھا۔ نوجوان کے کمرے سے نکلتے ہی اس نے دروازہ بند کر لیا جیسے اس کے لرزتے جسم کو تھوڑا سا سکون ملا۔

"آج میں تجھے بتا دوں گی کہ تقدس کا احساس میلی نگاہ بھی برداشت نہیں کر سکتا نسوانی ترنم دل کس طرح فولاد ثابت ہو سکتی ہے اور تقدس کے آہنی حصار کا توڑ مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے" اس کی آنکھوں سے شرارے چھوٹنے لگے۔

کچھ حواس اعتدال پذیر ہوئے تو وہ اٹھی اور کمرے کا جائزہ لینے لگی۔ چند گز کا یہ چھوٹا سا کمرہ بیڈ روم اور کچن دونوں ہی تھا ایک طرف ایک پلنگ تھی سرہانے میز اور چند کرسیاں میز پہ کتابیں بکھری پڑی تھیں ایک سائڈ میں بریف کیس اور ہینگر میں چند کپڑے اور الماری میں چند ظروف نیز کونے میں چھوٹی سی چھڑی، بس یہی کل کائنات تھی۔

ابھی وہ میز تک پہنچی ہی تھی کہ نوجوان نے آواز دی "چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے دروازہ کھولئے" آواز میں کافی نرمی تھی پر اس کے جسم میں کپکپاہٹ دوڑ گئی اور چہرہ پر کیفیت طاری ہو گئی جو اسے اول اول دیکھ کر ہوئی تھی۔ کیا یہ اس کا

کہاں ہے؟ نہیں تمہیں میں یہ ہوس کا جال پھیلانے نہیں دوں گی........ میرے محترم مہمان چائے لیجئے۔ شاید آپ کو نیند آگئی نوجوان نے دوبارہ آواز دی "نیند" مجھے آسکتی ہے پھانسی کے تختے پر..... کٹہرے کے گھیرے میں..... ذلیل کمینے..... آج تیری روح کو نیند آئے گی تیری سانسوں کو آج میں ابدی نیند سلا دوں گی تاکہ اب یہ بیدار نہ ہوں کسی کی قسمت سلانے کے لئے" وہ خود سے ہمکلام تھی اب نوجوان ذرا قوت سے دروازہ پیٹتے ہوئے بولا "محترمہ ٹھنڈی ہو جائے گی اور چائے پی لیجئے بھیگنے کی وجہ سے مبادا آپ کی طبیعت ناساز ہو جائے دیکھئے خنکی شدید تر ہوتی جا رہی ہے" چند لمحے سکوت انتظار چھایا رہا۔ اب کی بار نوجوان نے بھرپور قوت سے دروازے پر دستک دی دروازہ شاید پوری طرح بولٹ نہیں ہوا تھا مسلسل کھٹکھٹانے سے کھل گیا خوف کی لہر اس کے رگ و پے میں دوڑ گئی پورا جسم شدید سردی میں بھی پسینے سے شرابور ہوا تھا۔ چائے کی ٹرے لئے نوجوان کمرہ میں داخل ہوا اور میز پر رکھتے ہوئے بولا آپ کو کس قدر گہری نیند آگئی تھی چائے جلدی سے پی لیجئے اور آرام کیجئے" یہ کہکر وہ کمرے سے نکل گیا۔

شوبی نے لپک کر دروازہ پھر بولٹ کر لیا اور کئی بار چٹخنی پر ہاتھ پھیرا مبادا پھر کھل جائے۔ اسے نوجوان سے بے انتہا نفرت ہوتی جا رہی تھی جو اسے نفسیاتی طور پر مغلوب کر رہا تھا اسے چائے کا خیال آیا دیکھا کہ دو کپ چائے رکھی ہے شوبی کا دل چاہا دونوں کپ ٹھکرا دے اٹھا کر پھینک دے جن کی قیمت وہ خود تھی اس کا ضمیر اور اس کی وسیع و عریض زندگی تھی۔

دفعتاً کمرے میں ہوا کا سرد جھونکا آیا اور اس کے وجود کو یخ بستہ کر دیا۔ اسے چائے کی شدید خواہش ابھری اور نہ چاہتے ہوئے بھی دونوں کپ پی گئی۔ چائے پینے کے بعد اسے قدرے تسکین ہوئی اور سوچ کے دائرے تیزی سے سطح ذہن پر پھیلنے لگے اگر اس نے پھر دستک دی تو کیا ہوگا؟ اس کے اتنے احسان کا بھی تو کس قدر تلخی سے جواب دینا چاہئے۔ جس سے اس کے جذبات کو ٹھیس پہنچے مگر غلط اقدام پر یہ احسان فراموشی کی ہوگی۔ کتنا تیز چالاک اور ہوشیار شخص ہے رحم کرنے کا فن اسے خوب آتا ہے شوبی کے من میں کڑواہٹ پھیل گئی سوچتے ہوئے اس نے میز پر سے ایک کاپی اٹھا لی جس کے سرورق پر جلی حرفوں میں رقم تھا۔

Name Yusuf Athar

Subject Psychology

class - M.A - First year

A.M.U. Aligarh

شوبی نے ورق پلٹا اگلے صفحہ پر ایک شعر درج تھا

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا (اقبال)

شوبی کے دل میں تھوڑا ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوا اور اس کی شرافت پر یقین بھی آیا کوئی ضروری ہے کہ اس کی مہمان نوازی خود غرضی اور ہوسناکی کا عنوان ہو یا اس کے رویے میں مطلب پرستی و موقع شناسی کا جذبہ کارفرما ہو۔ کیا اسکا انداز اور اسکا رویہ اور سلوک بے لوث نہیں ہو سکتا؟ کوئی بھی شریف انسان ہوتا وہی کرتا جو کچھ اس نے کیا۔

کیا ان کی شرافت پر ہوس کا گمان کر لیا جاتا؟ اس نے تو کوئی بھی نازیبا حرکت نہیں کی۔ ایم۔ اے کا یہ اسٹوڈنٹ اور اتنا شریف کہ اس نے نگاہیں ملا کر بات نہ کی اور پھر اس کی یہ کاپی بھی شریف النفس اور باکردار ہونے کا اعلان کر رہی ہے

اچانک اسے قدموں کی چاپ سنائی دی وہ دم بخود رہ گئی اس نے چونک کر دروازے پر نظر ڈالی دروازہ اچھی طرح بند تھا اس نے لو بڑھا دی۔ ہر سو تیز روشنی پھیل گئی اچانک اس کی نگاہ جتنی دیوار پر پڑی جہاں ایک پرانے طرز کی بوسیدہ سی کھڑکی تھی وہ یہ دیکھ کر کہ جو جگہ جگہ سے دیمک کی خوراک بن چکا تھا چاپ پھر تیز ہو گئی جیسے کوئی بھاری قدموں سے آگے بڑھ گیا ہو۔ خوف، رسوائی، ناکامی، بے بسی، اور بے چارگی کی بے شمار لکیریں اس کے ذہن میں پھیل کر ایک لکائی بن گئیں۔ "اب کیا ہوگا؟" سوچ کی لکیریں اسی نقطہ پر مرکوز ہو گئیں اب ہمدردی کا احساس ہوا سارا احساس سمٹ کر نفرت کا دہکتا شعلہ بن گیا اشتعال سے سارے جسم میں طغیانی آگئی شوبی نے لپک کر کونے سے چھڑی اٹھائی اور سائڈ میں کھڑی ہو گئی تو بالمقابل کا دوار خالی ہو جائے تو پھر بھرپور وار کرے جسم ذلت و رسوائی کے احساس سے کانپ رہا تھا یوں لگا کہ شرافت و معصومیت پر چیلنج تھا جرأت و استقامت جواب دے رہی تھی نہ جانے کتنے پل بیت گئے اور کتنا وقت بیت گیا اسے احساس تب ہوا جب ٹانگوں میں شل اور درد کا احساس ہوا تو اس نے سرکنے کا تسلسل توڑا میز پر رکھی ٹائم پیس میں ٹھیک ساڑھے بارہ بج رہے تھے گویا تقریباً ۴ گھنٹے اسی ذہنی اذیت میں گذر گئے تھے یہ ۴ گھنٹے بھی اسی.....

کھڑکی کے دونوں پٹ بڑی زور دار آواز سے یوں اٹھے جیسے کسی نے کھولنے کی کوشش کی ہو۔

پھر خاموشی طاری ہو گئی اور پر ہیبت سناٹا طاری ہو گیا شوبی کا چہرہ شکست خوردہ سنجیدگی سے مرجھایا ہوا تھا عزم و حوصلے کے پختہ محل ریت کی دیوار ثابت ہو رہے تھے جو کہ اپنے وجود کھوتے جا رہے ہوں۔

نفرت کے ابلتے جذبات کے باوجود ایک زہر آلود مسکراہٹ شوبھا کے لبوں پر آگئی اس نے ماہر نفسیات کی نفسیاتی تدبیر کی دل ہی دل میں خوب داد دی جو شرافت کا جرم رکھنے کے لئے نیند و غفلت کا متلاشی ہے تاکہ غفلت و تاریکی اس کی سیاہ عملی پر پردہ پوشی ہو سکے اس کی سفید پوشی پر ایک بڑی کارہیت ہوئی خوبصورت کیپسول کی طرح جس کے اندر تلخی بھری رہتی ہے شوبی کو کمرے میں بے شمار نقوش ابھرتے دکھائی دیے جن میں آنسو، آہیں، سسکیاں، مزاحمت اور فریاد سبھی کچھ تو تھا پر ان ابھرتے ڈوبتے نقوش میں اسے "نقش فتح" نہیں دکھائی دیا......... آج کے بعد ان در و دیوار پر ایسا نقش بنے گا جو پچھلے تمام نقوش سے الگ ہوگا۔ اور اب اس پلنگ کا آدھا حصہ خالی ہوگا اور پھر نہ سسکیاں نہ آہیں.......

......عزم و استقلال کا بوسیدہ کھنڈر ایک بار پھر زمیں بوس ہو گیا۔

دو تہائی رات بیت گیا تھا شوبھا کا دل چاہا بستر پر لیٹ کر کچھ حرارت حاصل کرے مگر وہ آرام کسطرح کرتی جب کہ اس کا حریف شب خون مارنے کا ارادہ رکھتا ہو اس نے میز پر سے ریڈی کا پیپر دوبارہ اٹھائی اور کھڑکی کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی اور دوسرے ہاتھ میں چھڑی مضبوطی سے تھام رکھی تھی تاکہ ناگہانی حملے کے لئے تیار رہے.....

...... اب کے کھڑکی چیخنے کی آواز کچھ اس طرح آئی جیسے کوئی کھڑکی کو ہلا کر اس کے ٹوٹنے کی

طاقت کا اندازہ کر رہا ہو۔ شوبی نے بھی جوابی حملہ کیا اور چھڑی پوری طاقت سے کھڑکی کی سمت جا ٹکرائی ایک زوردار آواز کے ساتھ پھر سکوت چھا گیا ...
گہرا سکوت ....

خطرے کا احساس قریب ہی پا کر شوبی کے حواس ڈر اور خوف سے مشتعل ہوئے جا رہے تھے وہ نڈھال نڈھال سی کھڑکی کو دیکھ رہی تھی اسکا ذہن خالی تھا جیسے کسی تنکے کی طرح بہے لیے جا رہا تھا جو کہ موجوں کے رحم و کرم پر تیر رہا ہو۔

"یوسف تو یوسف نہیں ہو سکتا تو راون ہے کتنی سیتائیں تیرے ہوس کے بھینٹ چڑھ گئی ہوں گی اور اب تجھے یوسف کہتے شرم نہیں آتی؟ تو نے "راون" ہو کہ اپنے چہرے پر "یوسف" کا لیبل لگا لیا ہے مگر میں تیری سفید پوشی چاک کر کے رہوں گی تیری شرافت کا مصنوعی نقاب الٹ دوں گی کیا تیرے احساس کی سلگتی چنگاری تجھے نہیں جھنجھوڑتی جن کی عزت کی تپش ہر لمحہ تجھے جلاتی ہو گی کیا تیرا ضمیر تیرے اندر خلش نہیں پیدا کرتا۔ اگر راتوں کی ڈگر پر بھٹکتے ہوئے راہی کو کب تک لوٹتا رہے گا؟ کیا ماہ کنعاں ہمیشہ کے لیے ڈوب گیا کبھی نہ ابھرنے کے لیے؟ کیا تقدس کی روشنی آج کے جوانوں نے اپنے داغ دل میں نہیں دیکھی جس کی خیرہ کن روشنی نے تو آفتاب سحر کو چوندھیا دیا؟ انسان کی عظمت پر ضرب لگانے والے "راون" آج "یوسف" کیوں نہیں بن جاتے؟ مگر تو نے تو یہ نام رکھ کر بھی انسانیت کی توہین کی حضرت یوسف علیہ السلام کی تضحیک کی کیا اب کوئی یوسف نہ پیدا ہو گا اور راہیں "راون" ہی جنم لیتے رہیں گے۔ کیا اب مریم مریم نہ رہ سکے گی؟؟؟ کیا یہ بانجھ ہوس کبھی ختم نہ ہو گا۔؟؟؟ اپنی ان کو تحریروں جس نے تجھے زندگی کا اونچا اعلیٰ معیار دے رکھا ہے بے قدر آتش کر دے۔ کیونکہ علم و فضیلت کی شفاف روشنی اپنے جلو میں سموئے یہ ڈگریاں کسی سیتا کی زندگی میں سیاہیاں بکھیرتی رہیں گی کسی مریم کے مستقبل کی بولتا گہری تاریکیوں کا جواز بنیں گی اور یہ .... "

اسے کچھ ہوش تک نہ رہی تھی کہ اس کے دل و دماغ سے ابھرے نقوش کاغذ پر نقش ہوتے گئے اور بے خیالی میں بکھرے ذہن کے تانے بانے مکمل الفاظ میں کاغذ کی شکل پا رہے تھے اس نے کھڑکی کی طرف دیکھا ساڑھے چار بج رہے تھے شوبی کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ پھیل گئی آخر اس نے اپنے حریف کو شکست دے ہی دی

اس نے دھیرے سے دروازہ کھولا۔ دروازہ کھلتے ہی سرد سرد ہوا نے اس کے وجود کو ٹھنڈا کر گئی لیکن باہر کا منظر دیکھ کر اس کی پیشانی عرق ندامت سے تر ہو گئی اس نے دیکھا کہ انسانی خون کو منجمد کر دینے والی سردی میں نوجوان ایک کونے میں چٹائی پر بیٹھا ہے سامنے سائیکلوجی کی ایک کتاب کھلی ہوئی ہے جس پر شمع کی زرد زرد روشنی پھیلی ہوئی ہے پاس ہی ایک انگیٹھی رکھی ہے۔ جس میں اب بھی چند چنگاریاں اپنے ٹھٹھرتے وجود کو سمیٹ کر اسے حرارت پہنچانے کی ناکام کوشش کر رہی ہیں۔ نوجوان شاید تھک کر گھٹنوں پر ہی سر رکھے گہری نیند سو گیا ہے۔ شوبی فوراً کمرہ میں پلٹ پڑی اور اپنے بے بنیاد خیالات کو کاٹ کر جلی حرفوں میں لکھا "یوسف ثانی" اور بے آواز قدموں سے باہر چلی گئی۔

نظامِ مصطفیٰ کی راہ میں حائل

چٹانیں

[illegible]

"انسان کو سب سے پہلے کھانے کیلئے خوراک، پینے کیلئے پانی، رہنے کیلئے مکان اور تن ڈھانکنے کیلئے کپڑا چاہیے اس کے بعد ہی وہ سیاست، مذہب، سائنس اور فنون لطیفہ میں دلچسپی لے سکتا ہے۔"

(مارکس کی قبر پر اینگلز کی تقریر، بحوالہ کارل مارکس سلیکٹڈ ورکس جلد اول صفحہ ۱۳)

یہی وہ نکتہ ہے جسے بنیاد بنا کر سرخ سامراج نے دنیا کی ایک کثیر تعداد کو اپنے دام میں پھانس رکھا ہے۔ روٹی کپڑا اور مکان کا نعرہ لگا کر انسانوں کو ان کے مذہبی عقائد سے منحرف اور اخلاقی اقدار سے بیزار کر دیا ہے۔ انھیں روٹی کا غلام اور پیٹ کا بندہ بنا کر ان کا ناجائز استحصال کرتا ہے۔ ہندوستان ایک قدیم مذہبی ملک ہے۔ مافوق الفطرت طاقت سے خوف، مہاپرشوں سے عقیدت و احترام، مذہب کی بنیاد پر سماجی زندگی کی تعمیر کا جذبہ یہاں کے باشندوں کی رگ و پے میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ دھرم سے انھیں ہٹانا اور عظیم شخصیتوں کی عقیدت کو ان کے ذہن سے ختم کرنا نہایت مشکل ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے ملک میں دین و انسانیت کے دشمنوں نے ایک دوسری ہی حکمت عملی اپنائی ہے۔ انھیں معاش کے نام پر سرمایہ داروں کے استحصال کے خلاف مزدوروں کے حقوق کا نعرہ لگا کر اور انھیں جنت شداد کا سبز باغ دکھا کر متحد اور منظم کرنے کی کوشش کی ہے۔ دین و سیاست کو جدا جدا خانوں میں بانٹ دیا ہے دھرم سے معاشیات کا دامن کاٹ کر اسے پرائیویٹ زندگی تک محدود کر دیا ہے۔

نقاب پوش سامراج - یہی وجہ ہے کہ ہمارے ملک میں شروع ہی سے پردہ کے پیچھے سے رہنمائی کر رہا ہے۔ اسے کھل کر اپنے نظریات کا پرچار کرنے اور برسرعام اپنی انسانیت دشمنی کا اظہار کرنے کی جرأت نہیں ہو سکی ہے۔

یہ خونی سامراج اپنی خطرناکی اور خون آشامی کو نقاب کے پیچھے رکھ کر قوموں کے ضمیر کو فروخت کرتا اور ان کے دل و دماغ کو کھنکتے سکّوں سے خریدنے کی کوشش کرتا ہے یہ ذرائع ابلاغ کا زبردست استعمال کر کے ہندوستانی باشندوں کو ان کے قومی وجود کے خلاف اکساتا ہے جس کے نتیجے میں اس کے ہوس بے لگام کے شکار اپنی قوموں کے اندر رہتے ہوئے بھی اپنی قومی و ملی وفاداریوں سے نکل کر "سرخ آنچل" پر عاشق جانباز ثابت ہو رہے ہیں۔

سرخ انقلابیوں کا وہ دس نکاتی دستاویز جو مئی سنہ ۱۹۱۹ء کو دسل ڈورف میں اتحادیوں کے ہاتھوں لگی تھی۔ آج ہمارے ملک میں بڑی تیزی سے کام کر رہا ہے۔ وہ دس نکات ملاحظہ ہوں:

۱- نوجوانوں کا اخلاق تباہ کر دو، انھیں مذہب سے دور لے جاؤ، انھیں جنسیات کا چسکہ ڈالو، انھیں سطحی باتوں میں دلچسپی لینا سکھاؤ۔

۲- نشر و اشاعت کے تمام ذرائع پر بتدریج قبضہ کر لو۔

۳- عوام کے دل و دماغ کو کھیل کود میں لگاؤ۔ ان میں جنسی لٹریچر پھیلاؤ اور انھیں گھٹیا چیزوں میں دلچسپی لینے کی عادت ڈالو۔

۴- لوگوں کو چھوٹے چھوٹے مسائل میں باہم لڑاؤ، ان کے درمیان دشمنی اور فساد پیدا کر کے انھیں چھوٹے چھوٹے گروہوں میں تقسیم کر دو۔ اور ان میں علاقائی اور گروہی عصبیتیں ابھارو۔

۵۔ عوام کے حقیقی لیڈروں پر سے ان کا اعتماد ختم کرنے کے لئے قومی قیادت کی تضحیک، تذلیل، استہزاء، نفرت اور الزامات و بہتانات کے سارے حربے استعمال کرو تاکہ قومی قیادت کا اعتماد ختم ہو جائے۔

۶۔ ہمیشہ جمہوریت کی آواز بلند کرو لیکن ہر موقع پر اس کی جڑ کاٹتے رہو اور اقتدار پر قبضہ کرنے کے لئے ہر حربہ استعمال کرو اور اقتدار پاکر جبر و تشدد سے ہر مخالف کو کچل دو۔

۷۔ حکومت کو گھٹیا اور اخلاق سوز منصوبوں میں الجھا کر فضول خرچی کے ذریعہ اس کی مالی حالت تباہ کر دو اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ اور کام میں بے احتیاطی اور افراط زر کا خوف عوام میں پیدا کرو۔

۸۔ بڑی بڑی صنعتوں میں نازک اوقات میں بڑی بڑی ہڑتالیں کراؤ۔ بدامنی اور انتشار پیدا کرو اور حکومت کو کمزور کرکے بدامنی اور انتشار ختم کرنے سے اسے روک دو تاکہ وہ بے بس ہو جائے۔

۹۔ بے معنی بحثوں سے اخلاقی قدروں کو تباہ کرو۔ دنیا سے سنجیدگی، اطمینان، ایمانداری اور اعتماد کا ماحول ختم کر کے اخلاقی قدروں کا دیوالہ نکال دو۔

۱۰۔ زیادہ سے زیادہ ہتھیار جمع کرنے کی کوشش کرو۔ جائز راستوں سے بھی اور ناجائز ذرائع سے بھی۔ کسی نہ کسی بہانے مسلح رضاکار تیار کرو تاکہ کسی وقت بھی قوت سے ملک پر قبضہ کیا جاسکے اور عوام نہتے اور بے بس ہو کر تابع ہو جائیں۔

اپنے ان مقاصد کے حصول کے لئے آج پورے ملک کی صحافت کو سرخ بنادیا ہے اور شعوری یا غیر شعوری طور پر سارے ہی اخبارات ان کے مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں حتی کہ وہ اخبارات بھی جو "پراچین بھارت" اور "پرانی تہذیب" کے احیاء کے علمبردار ہیں اور جن کے اداریے "خاک وطن کا مجھ کو ہر ذرہ دیوتا ہے" کی مکمل تفسیر ہوتے ہیں، وہ بھی اپنے خبروں کی ترتیب، نامہ نگاروں کی رپورٹنگ میں سرخ مقصد کی تکمیل کا آلہ کار بنے ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ روس اور چین کے یہ ایجنٹ ملک کے تمام ہی اخبارات، ادبی و فلمی جرائد، ریڈیو، ٹیلی ویژن اور سرکاری و نیم سرکاری و غیر سرکاری اشاعتی اداروں میں گھس بیٹھنے کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔ انھوں نے اخبارات کے علاقائی نامہ نگاروں کے معاوضہ کی بالائی آمدنی سے دور کر دی ہے اسی طرح گنگا جمنا کی دھرتی پر شائع ہونے والے اخبارات بھی سرخ خبروں کی اشاعت کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ اب تک جھوٹ کو سیاہ رنگ سے تشبیہ دی جاتی تھی لیکن اب یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ جھوٹ کا اصلی رنگ سرخ ہوتا ہے۔

نوجوان چیلے اپنے ان مقاصد کے حصول کا دوسرا نشانہ یہ تعلیمی اداروں کو بناتے ہیں۔ نئی نسل میں یہ اپنے چیلوں کو تلاش کرتے ہیں جو مذہبی روایات سے بیزار ہو کر دین و اخلاق کی میراث جلا کر سرخ جھنڈے کے وفادار ثابت ہو سکیں پھر یہ چیلے طلبہ کی یونینوں میں گھس کر پوری یونیورسٹی کو گندہ کر دیتے ہیں۔ یہ طلبہ کو مارکس اور لینن کے کارناموں سے متعارف کراتے ہیں۔ سرخ اساتذہ کی پوری ہمدردی ان کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہی یونینیں سرخ انقلاب، توڑ پھوڑ اور تخریب کے گروہ بناتے اور تعلیمی ماحول کو ختم کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔

ہمارے ملک کے تعلیمی ادارے ان نوجوان چیلوں کی جوڑ توڑ کا مرکز بن چکے ہیں۔ اسٹوڈنٹس فیڈریشن آف انڈیا (ایس۔ ایف۔ آئی)، آل انڈیا اسٹوڈنٹس فیڈریشن (A.I.S.F)، نیشنل اسٹوڈنٹس یونین آف انڈیا (N.S.U.I) وغیرہ کا کام تعلیمی اداروں میں انھیں چیلوں کی تلاش اور انھیں اپنے ناپاک مقاصد کے لئے آلۂ کار بنانا ہے۔ یہ ساری تنظیمیں طلبہ کے مسائل لے کر یونینوں میں حصہ لیتی اور ان پر قبضہ جمانے کی بھرپور کوشش کرتی ہیں پھر چونکہ ملک کی تہذیبی و لسانی اقلیتیں موجودہ نظام حکومت سے مطمئن نہیں ہیں اس لئے یہ تنظیمیں ان اقلیتوں سے ہمدردی کا اظہار کر کے اپنے مطلوبہ انقلاب کے لئے ایندھن کے طور پر انھیں استعمال کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔ انھیں ملک کے مسائل، فرقہ وارانہ فسادات، طبقاتی کشمکش، باہمی تناؤ اور تصادم اور اقلیتوں کی مظلومیت سے فی الواقع کوئی ہمدردی نہیں ہوتی لیکن چونکہ یہ ساری چیزیں توڑ پھوڑ، دہشت گردی اور تخریب کاری کو ہوا دیتی ہیں جو ان کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے اس لئے ان مسائل سے ہمدردی کا ڈھونگ رچاتی ہیں۔

سرخ فنڈ و جائداد پلانٹ ہمارے اپنے ملک میں مختلف صورتوں میں

بقیہ صفحہ

درندہ

اعجاز الحسن جاوید
علی پور چٹھہ

ڈاکٹر بڑی ہی مشقت دلیری اور جانفشانی سے اس خونخوار درندے کو مضبوط سلاخوں والے کٹہرے میں بند کرنے میں وہ کامیاب ہو ہی گیا۔ لیکن پھر بھی اس کی طرف سے آزاد ہونے کا خدشہ اسے تھا اس لئے اس نے کٹہرے کے گرد فولادی چادر لگوا دی تاکہ وہ درندہ کٹہرے کی سلاخوں کو توڑ کر باہر آ جائے لیکن اس پر بھی اس کا دل مطمئن نہیں ہوا تو اس نے دو تندرست و توانا اور مضبوط قسم کے دربان اس کٹہرے کے گرد پہرہ دینے کے لئے لگا دیئے یہ سب کرنے کے بعد بھی وہ اس سے اتنا خائف تھا کہ اب بھی اسے ڈر لگا رہتا کہ اس کا خوف بجا بھی تھا اس لئے کہ وہ درندہ انتہائی خوفناک تھا۔ اس کی خونخواری اور درندگی کے خیال ہی سے جھرجھری سی آتی تھی اس نے اس کے فرار کے راستوں کو بالکل ہی مسدود کرنے کیلئے اس سے مزید پانچ سپاہی جن پر اسے مکمل اعتماد تھا اس کے کٹہرے سے کچھ فاصلے پر نگرانی کے لئے کھڑے کر دیئے۔ اب اسے یک گونہ اطمینان ہوا کہ وہ درندہ اس میں سے کبھی نہیں نکل سکتا کٹہرے کی مضبوط سلاخیں اگر ٹوٹ بھی جاتیں اس نے توڑ دیں تو فولادی چادر اس کے راستے میں حائل تھی اگر اسے فولادی چادر پر بھی دسترس حاصل ہو جاتی تو دربان اور سپاہی اس کی خبر لینے کے لئے کافی تھے جن کے ہوتے ہوئے آزاد ہونا ناممکن تھا۔ اس کے علاوہ وہ خود پہرے داروں کا معائنہ کرتا رہتا اور فولادی چادروں کا جائزہ لیتا رہتا تھا کہ کہیں وہ زنگ آلود تو نہیں ہیں یا ان میں کہیں سے کوئی کمزوری اور خرابی تو نہیں آ رہی ہے دونوں دربان ہر وقت مستعد رہتے تھے اور سپاہی بھی سرگرمی سے اپنی ڈیوٹی انجام دے رہے تھے۔

اگر اسے اس درندے کے بارے میں بتایا نہ جاتا کہ وہ کتنا خونخوار ہے اور خود اسے اس کا تجربہ نہ ہوا ہوتا تو شاید وہ کبھی اس کی پرواہ بھی نہ کرتا لیکن اس کے ایک عزیز ترین دوست نے ایک دن باتوں باتوں میں اس درندے کے بارے میں تفصیلات اور اس کی صفات بتائی تھیں لیکن اسے یقین نہیں آیا تھا کہ ایسا کوئی درندہ دنیا میں پایا جاتا ہے۔ اس نے اپنے دوست کا خوب خوب مذاق اڑایا تھا اور کہا تھا میاں! میں سائنس کا طالبعلم ہوں جو بغیر مشاہدہ اور تجربے کے کسی چیز کو نہیں مانتا۔ وقت گزرتا گیا وہ اس بات کو تقریباً بھول گیا۔ ایک دن وہ کلاس جانے کے لئے تیار ہوا۔ اپنا قیمتی سوٹ پہنا ہاتھ میں فائل لی اور سینہ تانے نمرودوں کی طرح مغربی دھن پر سیٹی بجاتا ثریا شفقت کی طرف چلا جا رہا تھا۔ سردیوں کے دن تھے ٹھیک نو بجے وقت ادب سماں پر اس نے ایک نظر ڈالی گھومتے ہوئے اس کی کلاس فیلو نیلوفر دکھائی دی۔ جیسا ہی ہے جس نے اس کا رنگ روپ اور بھی نکھار دیا تھا۔ بھرپور جوانی اور حسن دونوں نے مل کر اسے قیامت بنا دیا تھا۔ اس نے ایک نگاہ نیلوفر کو دیکھا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔ آج سے زیادہ حسین وہ پہلے کبھی نظر نہیں آئی تھی۔ نیلوفر نے بھی اسے دیکھی اور ٹھٹک گئی۔ ساز کے تاروں کو چھیڑتی ہوئی ایک آواز نکلی۔ ہیلو جمال! کلاس تیار ہے نا۔ لیکن جمال.... وہ تو نیلوفر کے جمال میں گم ہو چکا تھا.... اچانک نیلوفر کی چیخ بلند ہوئی۔ اس نے دیکھا جمال کے اوپر اچانک ایک خونخوار درندے نے حملہ کر دیا ہے۔ اور پھر تو نیلوفر کی چیخیں نکلتی چلی گئیں۔ وہ جانتے ہو کہ یہ کون تھے جنہیں اس کے کلاس فیلو بھی تھے مگر وہ بھی بھاگ کر آئے اور مدد

کو پیچھے اور جمال پر حملہ آور اس درندے کو مار کر بھگا دینے پر مجبور کر دیا۔ شیلو فوراً ایک طرف ہی کھڑی تھی۔ ۔ درندہ فرار ہو چکا تھا اور جمال بیہوش پڑا تھا۔ انہوں نے بیہوش جمال کو اٹھایا اور اس کو گھر تک پہنچا آئے۔ مدتوں جمال اس حادثے کو نہیں بھولا۔ وہ اس درندے سے بہت خائف رہنے لگا۔ لیکن رفتہ رفتہ دن گزرتے گئے اور اس کی زندگی معمول پر آتی گئی کبھی کبھی اسے یہ حادثہ یاد آ جاتا۔ پھر وہ اسے بھولتا چلا گیا اور اب اسے یاد بھی نہیں رہا کہ کوئی حادثہ گزر چکا ہے۔

حسنِ اتفاق ایک بار اسے ٹائیفائیڈ ہو گیا۔ اس ہولناک بیماری نے اس کے سارے کس بل نکال دیئے صحت و تندرستی کی جگہ ضعف و نقاہت نے لے لی اور اس کے اعصاب پر بھی پژمردگی سی طاری ہو گئی۔ ستم بالائے ستم یہ کہ اس ماہ کا منی آرڈر مہینے کی دس تاریخ گزرنے پر بھی ابھی نہیں آیا تھا۔ جب کہ پانچ تاریخ تک پابندی سے اس کا منی آرڈر آ جاتا تھا۔ پتہ نہیں اس بار ایسا کیوں ہوا تھا! وہ تفکرات میں گھرا بستر پر کروٹیں بدل رہا تھا۔ ابھی مہینے کے بیس دن باقی تھے۔ تمام ضروری اخراجات رُکے ہوئے تھے جیبوں کا تو حشر کر رہے تھے۔ اس کا عزیز ترین دوست دشمن بنا ہوا تھا اور دوسرے دوستی کا دم بھرنے والے سارے دوست دور تھے۔ وہ اس فکر میں کھویا ہوا تھا کہ یکایک اسے محسوس ہوا کہ جیسے کوئی دروازے پر دستک دے رہا ہو۔ اس نے دروازے کی طرف دیکھا اور اپنا وہم سمجھ کر آنکھیں بند کر لیں۔ دوبارہ دستک کی آواز اس کی دروازے سے آئی تھی ساتھ ہی اس کا نام لے کر بھی کسی نے پکارا تھا۔ اب اسے متوجہ ہونا پڑا۔ بمشکل تمام اٹھ کر اس نے دروازہ کھولا۔ سامنے ہی ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ منصور صاحب کھڑے تھے۔ مارے حیرت کے اس کے چہرے پر کئی رنگ آ کر گزر گئے۔ اس نے انہیں سلام کیا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا اپنے بستر پر آ کر بیٹھ گیا۔ منصور صاحب بھی اس کے پیچھے پیچھے آئے اور ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ کہو جمال! مجھے آج ہی معلوم ہوا کہ تمہاری طبیعت کافی خراب ہے مجھے بڑا افسوس ہوا۔ پھر انہوں نے اس کا حال پوچھا اور تسلی و تشفی دی تھوڑی دیر بیٹھے اور ان کے لئے کچھ پھل وغیرہ ساتھ لائے تھے وہ اسے دیئے اور کس بات کی فکر کرنے کی ہدایت کرتے ہوئے جانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

جمال خاموشی سے بیٹھا انہیں دیکھتا رہا ان کے جانے کے بعد وہ آرام کرنے کے لئے بستر پر لیٹ گیا۔ باوجود منصور صاحب کی تسلی دینے کے اس کا ذہن اب بھی فکروں میں گھرا ہوا تھا۔ اچانک اس کی نگاہ کرسی کے نیچے پڑے ہوئے ایک پرس پر پڑی اس نے لپک کر اسے اٹھایا، دیکھا اندر کے خانے میں منصور صاحب کی تصویر نظر آئی وہ سمجھ گیا انہیں کا پرس ہے رومال دیتے وقت وہ جھکے تھے شاید اسی اثناء میں وہ پرس ان کی جیب سے نیچے گر پڑا اور انہیں خیال نہ رہا۔ اس نے پرس کھول کر دیکھا بیس بیس اور پچاس کے بہت سے نوٹ اس میں موجود تھے۔ اس نے پرس سنبھال کر تکیہ کے نیچے رکھ دیا یہ سوچ کر کہ شاید وہ اپنا پرس تلاش کرتے ہوئے ابھی آئیں تو وہ انہیں دے دے گا۔ لیکن کافی دیر گزرنے پر بھی ان کی واپسی نہیں ہوئی۔ شام ہو گئی شام سے رات۔ وہ پھر بھی نہیں آئے۔ اس نے تکیے کے نیچے سے پرس نکالا اسے الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا۔ نوٹوں کو گنا کئی سو تھے۔ پھر رکھ دیا۔ اور لحاف میں سر ڈھانپ کر سونے کی کوشش کرتا رہا۔ دل و دماغ اب کسی دوسری سوچ میں گم تھے۔ اگر مسٹر منصور نے واپس آ کر پرس کے بارے میں پوچھا تو وہ کہہ دیگا یہاں نہیں گرا۔ مسٹر منصور مالدار آدمی ہیں ان کا تو ان پیسوں سے کیا بگڑے گا لیکن میری ساری ضرورتیں پوری ہو جائیں گی۔ اس نے سر لحاف سے نکالا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بار بار بے چینی سے پہلو بدلتا رہا۔ یکایک اس کی نگاہ سامنے لگے ہوئے آئینے پر پڑی۔ اپنا نقاہت بھرا چہرا اسے نظر آیا رخساروں کا گوشت غائب ہو چکا تھا۔ اس کی جگہ ہڈیاں ابھر آئی تھیں۔ یکایک ہی اس نے دیکھا کہ اس کے چہرے کے پیچھے سے ایک سر ابھر رہا ہے اس کی نگاہیں آئینے پر جم گئیں۔ کئی بار اس نے آنکھیں جھپکائیں کہ شاید یہ اس کا وہم ہے لیکن وہ چہرہ نمایاں ہوتا چلا گیا۔ اور اب وہ چہرہ صاف نظر آ رہا تھا اور اس چہرے کو دیکھ کر اس کے بدن میں ایک سرد سی لہر دوڑ گئی۔ وہ خوفناک اور ہیبت ناک چہرہ جس کے منہ کے دانتوں میں بھرا ہوا سرخ لہو اس کی درندگی اور خونخواری کا جیتا جاگتا ثبوت تھا اس کے قریب ہوتا جا رہا تھا اس کی آنکھوں سے نکلنے والی چمک نے جیسے اسے مسحور

کر رہا تھا اور وہ بھٹکنے کے عالم میں بس اسے گھورے جا رہا تھا خوفناک چہرے والا درندہ جسے وہ فراموش کر چکا تھا۔ لیکن وہ درندہ ابھی نہیں بھولا تھا وہ ایک بار پھر اس پر حملہ کرنے کے لئے آہستہ آہستہ خوفناک انداز میں اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اور جمال سہما ہوا گھبرایا ہوا بس اسے گھورے جا رہا تھا اس کی قوت مدافعت سلب ہو گئی تھی وہ دل ہی دل میں اس سے بچنے کی دعا مانگ رہا تھا۔ اور آخر اس کی دعا خدا نے سن لی۔

کمرے کا دروازہ دھڑاک سے کھلا اور اس کا ہی بے تکلف اور عزیز ترین دوست جس نے کبھی اس درندے کی کہانی سنائی تھی اس کے سامنے کھڑا تھا۔ ہیلو جمال! ارے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے بھئی! میں گھر سے آج ہی واپس آیا اور آتے ہی تمہارے در پر آیا، یہ بتاؤ کیا ہو گیا میرے یار اور وہ اس کے گلے سے لپٹ گیا۔

جمال نے آئینہ میں دیکھا۔ وہ خوفناک چہرے والا درندہ غائب ہو چکا تھا اور آئینہ میں صرف اس کا عکس نظر آ رہا تھا اس نے اطمینان کی سانس لی اور تکیے کے سہارے بیٹھ گیا۔ پاس ہی اس کی کرسی پر اس کا دوست بیٹھا تھا۔ اچانک جمال کو کوئی خاص بات یاد آ گئی۔ اس نے اپنے دوست سے پوچھا یار یہ تو بتاؤ تم نے ایک بار مجھے ایک درندے کی کہانی سنائی تھی اس کی صفات اور پہچان بھی بتائی تھی لیکن اس کا نام نہیں بتایا تھا جسے کہتے کہتے اسے ایک جھرجھری سی آ گئی شاید چشم تصور میں وہ اس درندے کو اپنے اوپر حملہ کرتے دیکھ رہا تھا۔ [illegible] نے اپنے اوپر بیتی پوری روداد سنا دی اور یہ بھی بتایا کہ اس [illegible] درندے نے اس سے پہلے نیلوفر کے [illegible] کرتے وقت بھی اس پر حملہ کیا تھا۔

میرے دوست! تو جس درندے کی بات کر رہا ہے میں اس کی لائی ہوئی تباہیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں وہ درندہ صرف تیرے اوپر ہی نہیں حملہ آور ہوا تھا بلکہ وہ اب تک نہ جانے کتنے معصوم انسانوں کو ہلاک کر چکا ہے۔ آج ہر شخص اس سے پریشان ہے لوگوں کے دلوں سے سکون غائب ہو چکا ہے۔ اس درندے نے آج ہر انسان کو مصیبت میں ڈال رکھا ہے لوگ اس سے بچنے کی تدبیریں کرتے ہیں لیکن وہ درندہ اتنا عیار اور مکار ہے کہ لوگوں کو فریب دے جاتا ہے۔ بڑے بڑے پولیس آفیسر ایس۔ پی، آئی۔ جی یہاں تک کہ ملک کا وزیر اعظم بھی جس کی حفاظت کے لئے مسلح فورس اور باڈی گارڈ ہوتے ہیں اس سے محفوظ نہیں۔ مکار درندہ اتنی ہوشیاری سے حملہ کرتا ہے کہ لوگ اس کا نوالہ بن جاتے ہیں۔ اس کے کئی روپ ہیں۔ اور وہ مختلف اوقات میں مختلف روپ میں لوگوں پر حملہ کرتا ہے۔

وہ خوفناک درندہ جب تم نے نیلوفر کے سامنے پہلی بار "شہوت" کے خوفناک روپ میں تجھ پر حملہ کیا اور آج مسٹر منصور کے پرس کو دیکھ کر "چوری" کے بھیانک روپ میں تیرے اوپر حملہ کرنے والا تھا اس درندے کا نام ہے "نفس امارہ" یہ ایسا درندہ ہے کہ آسانی سے قابو میں نہیں کیا جا سکتا بڑی محنت اور جفاکشی کرنی پڑتی ہے اسے قابو میں کرنے کی بس ایک ہی تدبیر ہے اس کے علاوہ کوئی تدبیر نہیں۔

اس کے گرد "ضمیر" کی مضبوط سلاخوں والا کٹہرا ڈال کر اسے آخرت کے گھر سے یقین کی فولادی چادر چڑھا دے پھر یہ احساس دل میں ہر وقت تازہ رکھ کہ خدا کے دو معزز فرشتے تیرے کندھوں پر سوار ایک دربان کی طرح ہر وقت تیری نقل و حرکت پر کڑی نظر رکھے ہوئے ان کا ریکارڈ تیار کر رہے ہیں اس کے علاوہ خدا کے بتقوی دن میں پانچ بار گڑگڑا کر اس درندے سے اس کی پناہ مانگ۔ صدق دل سے پڑھی ہوئی یہ پانچ نمازیں اس درندے سے محفوظ رکھنے کے لئے تیری حفاظت کریں گی اور ایک سپاہی کی طرح تجھے برے کام سے روک دیں گی۔ اتنا کہہ کر اس کا عزیز ترین دوست "فطرت سلیم" اٹھا اور ہاتھ ملا کر رخصت ہو گیا۔

اعلان

قارئین کرام! کاغذ کی گرانی انتہا کی ناقابل برداشت ہو گئی ہے۔ بہت مجبوری کی حالت میں ادارہ نے قیمت بڑھانے کا فیصلہ کیا ہے جو اس طرح ہے۔

سالانہ زر تعاون	20/-
ششماہی	12/-
فی شمارہ	2/-

منیجر حیات نو

چودھویں صدی ہجری کا اختتام اور پندرھویں صدی ہجری کا آغاز

(شمس الحق شمیم بستوی)

رخصت اے قرنِ رواں اے چودھویں ہجری صدی
اس زمیں پر تو نے ہنگامے بہت برپا کئے
بے خدا تہذیب کے بڑھتے رہے ہیں حوصلے
اور اسلامی صفوں میں زلزلے پیدا کئے
مصر میں اخوانیوں کا خون ارزاں ہو گیا
ناصر و سادات کے فتنے وہاں برپا کئے
ہو گئے بنّاؒ و عودہ اور سیدؒ بھی شہید
صبر و استقلال کی آنکھوں سے ہم دیکھا کئے
قبلۂ اوّل گیا صیہونیوں کے ہاتھ میں
ظلم یوں ہوتا رہا اور ہم لہو رویا کئے
ہو چکے ہیں شاہ فیصل تیری سازش کا شکار
جاتے جاتے خانۂ کعبہ کو بھی رسوا کئے

دیکھ اسرائیل کو اور سوچ یو تھنٹ کو بھی
ہم نے کتنے پار خاک و خون کے دریا کیے
ایک مودودی قلم تھا روشنی کا آفتاب
کالے کالے ابر اسکی سمت بھی پھینکا کئے
وہ بھی اک فرقہ پرستی کا جہنم بن گیا
ہم جہاں فردوس کا خواب حسیں دیکھا کئے

اے غریق نشۂ فرعون دوراں بوالہوس
کھول آنکھیں ہوش میں آ اور سن بانگ جرس

نعرۂ اللہ اکبر کی صدائیں گونج اٹھیں
ہو رہی ہے صبح بدلا جائے گا جاری نظام
مہر عالم تاب مشرق سے طلوع ہونے کو ہے
رات کی تاریکیوں کا اب نہیں کوئی مقام
دیکھ کابل کی فضا میں چھا گئی کوندی
برق کی مانند افغانوں کی تیغ بے نیام
پہلوی کا تخت اب باقی نہیں ایران میں
اپنے آقاؤں پہ قرباں ہو چکا ہے وہ غلام
اشتراکی بزدلوں کے حوصلے بھی پست ہیں
لرزہ براندام ہے اسلام سے روسی نظام
مکر کی چالوں سے زیادہ کچھ نہیں بغداد میں
آخری بندوق باطل کی ہے بردوش صدام

ٹھوس بنیادی حقائق سامنے آئے نظر
قصہ و افسانہ جا، آج سے تم کو سلام
فکر مودودی کے ساتھ عزائم خمینی زندہ باد
زندہ باد و زندہ باد و زندہ باد و زندہ باد

پندرہویں لے صدی اہلاً و سہلاً و مرحبا
فتنۂ باطل کی آکر چاک کرڈے تو قبا
چاک کرڈے پردہ ظلمات صبح نو اُگا
خاور مشرق کا پرچم پھر فضاؤں میں اڑا
نغمۂ توحید سے معمور ہو یہ کائنات
پھر سمجھ میں صاف آجائے پیام مصطفیٰ
آدمیت ارتقاء کی منزلوں کو طے کرے
نیست کی مانی ہوئی انسانیت کو پھر جگا
شبنم گریاں بھی دیکھے خندۂ گل باغ باغ
پھر گلستاں محو خرام ناز ہو باد صبا
چمن کی بنسی بجائیں آشیانوں میں طیور
گرے صیادوں پہ گر جا بجلیوں کا صاعقہ
پھر کسی طوفان میں ہمت نہ ہو یلغار کی
اس طرح اسلام کی کشتی کو ساحل سے لگا
ہو گئے آثار پیدا غلبۂ اسلام کے
ٹوٹتے جائیں گے اب سارے صنم اوہام کے

غزل

غلام یحییٰ انجم
ایم اے عربی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

کچھ مجھ سے ظلمتِ شبِ ہجراں نہ پوچھئے
زخمی دلوں سے درد کا عنواں نہ پوچھئے

یہ ناز یہ غرور یہ چیں بر جبیں مزاج
کس خاک سے بنا ہے یہ انساں نہ پوچھئے

ہے موسمِ خزاں کا تسلط ہر ایک سو
کیسے منائیں جشنِ بہاراں نہ پوچھئے

کعبہ گیا کلیسہ گیا میکدہ گیا
مجھ سے کسی کی دید کا ارماں نہ پوچھئے

کیا ہوں کہاں ہوں کچھ بھی نہیں ہے خبر مجھے
بس عالمِ تصورِ جاناں نہ پوچھئے

جو واقفِ مزاجِ گل و یاسمن نہ ہو
اس بے خبر سے حالِ گلستاں نہ پوچھئے

انجم نشاط و کیف سے سرشار تھا کبھی
اب مجھ سے میرا حالِ پریشاں نہ پوچھئے

غزل

ابرار احمد فائق — کوٹہ

یہ پاسباں ہی کا صدقہ دکھائی دیتا ہے
کہ شہر خون کا دریا دکھائی دیتا ہے

کہیں تو صحن میں بجلی کے قمقمے روشن
کسی کے گھر میں اندھیرا دکھائی دیتا ہے

نہ آشنا ہیں مرے ساتھ وقتِ مشکل میں
نہ کوئی غیر ہی اپنا دکھائی دیتا ہے

ہمارے شہر میں ہر چیز پر گرانی ہے
مگر لہو ہی سستا دکھائی دیتا ہے

ستم زدہ ہی کو مجرم قرار دیتے ہیں
یہ کیا عجیب تماشا دکھائی دیتا ہے

سمجھ تو تم ہی مرا درد قافلے والو
کہ پاسباں تو لٹیرا دکھائی دیتا ہے

نہ حقِ دادرسی ہے نہ اذنِ آہ و گلہ
یہاں دلوں پہ بھی پہرا دکھائی دیتا ہے

سمجھ رہے تھے کہ انسانیت کی بستی ہے
مگر درندوں کا صحرا دکھائی دیتا ہے

کوئی تو دیکھے کہ اہلِ ہوس کے کاندھوں پہ
مری وفا کا جنازہ دکھائی دیتا ہے

وہ کہہ رہے ہیں جسے انتہائے تاریکی
مجھے اسی میں سویرا دکھائی دیتا ہے

اسی تباہی و مظلومیت کی شب میں مجھے
اک انقلاب کا سپنا دکھائی دیتا ہے

(مرادآباد کے حادثے سے متاثر ہوکر)

غزل

دل میں یہ کیسی کسک ہے واردات ان نہ پوچھیے
آپ راستے [illegible] اوراں [illegible] نہ پوچھیے
[illegible] میری [illegible] جاں [illegible] نہ پوچھیے
[illegible] وہ [illegible] جانان [illegible] نہ پوچھیے
[illegible] بھی راہ میں پائی منزل [illegible] نہ پوچھیے
[illegible] کس طرح [illegible] آرزو کی [illegible] نہ پوچھیے
[illegible] سا [illegible] کیا [illegible] نہ پوچھیے
دل میں وہ [illegible] کون [illegible] دربار [illegible] نہ پوچھیے
[illegible] میں [illegible] جنوں [illegible] نہ پوچھیے
[illegible] منزل [illegible]

کامران نجمی

شکایات وحکایات

حلقۂ یاراں

[اس شمارہ کے مضامین آپ کو کیسے لگے؟ اپنی رائے سے مطلع فرمائیں اور حلقۂ یاراں میں شامل ہوں۔ عالم اسلام اور وطن عزیز میں ہونے والے واقعات پر مختصر تبصرے بھی شامل اشاعت کیا جا سکتا ہے۔
ادارہ]

علی گڑھ میں "فلاح اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن" کا قیام

آج سے کئی سال پہلے چند فلاحی طلبہ کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جامعۃ الفلاح سے علی گڑھ آنے والے طلبہ کو منظم کرنے، انکی صلاحیتوں کو نشو و نما دینے، مسائل کو حل کرنے اور خود مادر علمی کو فروغ دینے کے لیے کوئی عملی قدم اٹھایا جائے۔ خدا کے فضل و کرم سے "حلقہ تدبر قرآن" کے نام سے ایک تنظیم وجود میں آئی لیکن کچھ ہی دنوں کے بعد جمود و تعطل کا شکار ہو گئی۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے مدرسہ کا الحاق ہونے کے بعد جب فلاحی طلبہ کی تعداد بڑھنے لگی تو دوسری تنظیم کے قیام کے سلسلے میں غور و خوض کرنے کے لیے ۱۶ر فروری ۱۹۸۰ء بروز اتوار ڈھائی بجے نقوی پارک میں ایک میٹنگ منعقد کی گئی جس میں ۱۰ فلاحی شریک تھے۔ تمام لوگوں نے اس کی ضرورت اور اہمیت سے اتفاق کیا اور باہمی فیصلہ سے اس کا نام "فلاح اسٹوڈنٹس ایسوسی ایشن" رکھا گیا۔ اس ضمن میں کچھ اور باتیں طے کی گئیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

اغراض و مقاصد:

(۱) فلاحی طلبہ کے مسائل کا حل (الف) داخلہ (ب) رہائش (ج) مالی تعاون بصورت قرض

(۲) فلاحی طلبہ کی صلاحیتوں کو نشو و نما دینا۔

(۳) سابقہ تعلیم و تربیت کو برقرار رکھنے کی عملی جد و جہد

طریقہ کار:

مندرجہ بالا مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل طریقے اختیار کیے جائیں گے۔

(۱) فلاحی طلبہ کے مسائل سے واقفیت حاصل کرنا اور ان سے ربط رکھنا۔

(۲) ہر پندرہ دن پر ایک میٹنگ کا انعقاد

(۳) ہر ممبر پر کم از کم ۲ روپے ماہانہ رقم واجب الادا ہوگی۔

ڈھانچہ: (۱) صدر (۲) سکریٹری

صدارت کے فرائض جناب نسیم الحق صاحب فلاحی انجام دے رہے ہیں اور سکریٹری کے فرائض میں انجام دے رہا ہوں۔

اس مختصر سے دستور میں حالات اور ضروریات کے اعتبار سے ان مسائل کے حل کی طرف زیادہ توجہ دی گئی ہے جن کی عام طور سے طلبہ کو ضرورت پیش آتی ہے۔ اس میں اگر آپ لوگوں کو کوئی خامی یا کمی نظر آئے تو اس سے آگاہ کریں اور اپنے قیمتی مشورہ اور تجاویز سے نوازیں۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں ماسٹر اکرم الدین کی آمد

ایس۔ آئی۔ ایم آف انڈیا علی گڑھ یونٹ کی جانب سے پندرہویں صدی ہجری کی آمد پر [illegible] سے ۱۲ر نومبر ۱۹۸۰ء

تب ایک شاندار تقریب کا اہتمام کیا گیا جس میں ماسٹر اکرام اللہ صاحب کو اسلام اور سائنس داں کے موضوع پر اظہار خیال کرنے کے لیے مدعو کیا گیا۔ ماسٹر صاحب کی آمد پر تمام طلبہ کے اندر خوشی اور مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ سب لوگوں نے فرداً فرداً استاد محترم سے ملاقات کی اور اجتماعی طور سے Reception party دی گئی ہماری دعوت پر ماسٹر صاحب نے لبیک کہا اور ۲۰ نومبر ۱۹۸۰ء بروز سنیچر میٹنگ میں شریک ہو کر تنظیم کے قیام کو سراہا اور ہم لوگوں کو اپنے موقف پہ جمے رہنے اور قرآن کا برابر مطالعہ کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ فرمایا کہ قرآن ہی واحد کتاب ہے جس میں زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق اصول و قوانین ملتے ہیں۔ اسلام کے نظریہ کو تمام شعبوں اور پوری کائنات پر غالب کرنا ہمارا اولین فرض ہے اس عظیم مقصد کے حصول میں تن من دھن کی بازی لگا دینا چاہیے۔ اور جو چیزیں یہاں پر معیوب معلوم ہوتی ہیں ان کے خیال میں نہیں آنا چاہیے بلکہ تمام لوگوں کے سامنے ایک مثالی کردار پیش کرنا چاہیے تاکہ جامعۃ الفلاح اور طلباء کے اساتذہ کا نام روشن ہو۔ آخر میں دعا پر میٹنگ کا اختتام ہوا۔

عبد الباری فلاحی
سکریٹری ایف ایس اے

ایرانی سفیر متوجہ ہوں!

مدیر محترم!

ایران کا اسلامی انقلاب آج دنیا میں چلنے والی تمام تحریک اسلامی کے لیے مشعل راہ ہے۔ ایرانی عوام نے اپنی زبردست جانی و مالی قربانی دے کر اسلامی تاریخ کے ایک سنہرے باب کا اضافہ کیا ہے۔ لیکن! ابھی ایران۔عراق جنگ کے سلسلے میں ایرانی حکومت کا شام اور لیبیا کی حکومت کی حمایت حاصل کرنا (آیت اللہ خمینی کا دورۂ شام لیبیا) ہم لوگوں کے لیے باعث حیرت ہے۔ شام کے اسد کا اخوانی مجاہدین پر ظلم و بربریت ان کو صدام حسین کے ساتھ لا کھڑا کرتا ہے۔ میں آپ کے ماہنامے کے ذریعہ آواز ایرانی سفیر تک پہنچانا چاہتا ہوں تاکہ وہ اپنی پوزیشن کو واضح کر سکیں۔

فقط

عشرت قادری
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

مکرمی سلام و رحمت

ستمبر اکتوبر ۱۹۸۰ء کا "حیات نو" سامنے ہے پورا پرچہ پڑھا، دل باغ باغ ہو گیا اللہ تعالیٰ حیات نو کو نظر بد سے بچائے۔

دانش فلاحی کا مضمون "اسلامی ادب" بہت پسند آیا، دونوں باد جو صلوں سے بھرپور ہیں۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

جامعۃ الفلاح کے طالبان سے بجا طور پر یہ توقع تھی کہ وہ وقت کے چیلنج کا جواب بن کر ابھریں گے۔ اب خواب حقیقت بن کے سامنے آ رہا ہے۔

پروفیسر آرام جیسے اور بہت سے تجربات و واقعات تحریک اسلامی کی تاریخ میں یقیناً ہوں گے لوگوں کو توجہ دلا کر حاصل کریں جو حریت کی راہ میں مشعل کا کام دیں گے۔ جناب انعام الرحمن خان صاحب اور جناب مولانا حبیب اللہ صاحب جیسے حضرات سے بھی حاصل کیجیے۔

والسلام
شمیم بستوی مظہری
۱۱ دسمبر ۱۹۸۰ء

(نیا انتخاب)

ایف ایس اے کے لیے انتخاب میں جناب عبد الباری کو صدر اور جناب امین الہدیٰ کو سکریٹری مقرر کیا گیا ہے۔

(ادارہ)

لہو گرم کر دینے والی!

رگوں میں بجلیاں بھرنے والی

اسعد گیلانی کی انقلابی تخلیق!

سید مودودیؒ

بچپن، جوانی، بڑھاپا

اسلامی انقلاب کے علمبرداروں کیلئے عظیم اور خوبصورت

تحفہ

خوبصورت طباعت اور حسین پیشکش کے ساتھ

مکتبہ "حیات نو" جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڑھ